جلسہ سالانہ نمبر

جلد ۹ | ۱۵/۲۲ فتح ۱۳۳۹ھ ش ۲۵ جمادی الثانی / ۳ رجب ۱۳۸۰ھ - مطابق ۱۵/۲۲ دسمبر ۱۹۶۰ء | نمبر ۵۰ و ۵۱

حال کے علوم جدیدہ پر اسلام کی روحانی فتح کی

عظیم الشان پیشگوئی

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ احمدیہ

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے۔ اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں۔ مگر انجام کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔

میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلےٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائیگا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دیگا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اسکے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اُس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۵ حاشیہ)

(مطبوعہ فروری ۱۸۹۳ء)

ہمدردی کا جوش

مُبارک کلمات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ قادیان

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جُوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع (انسان) بھائیوں میں وہ تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟

سچا خدا

اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر یہ سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع (انسانوں) کو اس سے محروم رکھوں۔" (اربعین)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راج آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۲/۱۵ دسمبر ۱۹۶۰ء

قادیان میں ہمارا سالانہ جلسہ

خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور اُس کا احسان ہے کہ ہماری زندگی میں ایک اور سالانہ جلسہ آیا۔ اور محض اپنے فضل سے اُس نے ہمیں اس مبارک اجتماع میں شرکت کی توفیق دی۔ طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے دور دراز کا سفر کر کے دیارِ حبیب کی زیارت کے لئے آنے والوں کو ہم بصد صمیم قلب سے

اھلاً و سھلاً و مرحبا

کا ہدیہ پیش کرتے ہیں اور سب کے حق میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سفر کو ہر رنگ میں موجب صد برکات و فضل بنائے۔ آپ کے جذبۂ خلوص و محبت کو ترقی دے اور آپ کی دلی مرادیں پوری کرے اور آپ پر راضی ہو جائے۔ آمین !!

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ دنیا کے دیگر اجتماعات اور جلسوں سے جُدا گانہ شان رکھتا ہے۔ یہ ایک خالص روحانی اجتماع ہے جس کا دائرہ کسی ایک ملک قوم یا طبقہ سے مخصوص نہیں بلکہ اس میں تمام بنی نوع انسان کی روحانی اصلاح اور ان سے سچی ہمدردی اور خیر خواہی کی باتیں کی جاتی ہیں۔ بعض عام قسم کے اجتماعات کی طرح اس موقع پر کسی طرح کے کھیل تماشے کا پروگرام نہیں ہوتا۔ بلکہ خالص دینی باتوں کا تذکرہ۔ پُر سوز دعائیں' ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کا مشغلہ اس کے پروگرام کا بڑا حصہ ہیں۔ جلسہ کے تمام دن گویا روحانی پہلو سے قلوب کو صیقل کرنے انہیں جلا دینے اور زیادہ سے زیادہ انقطاع الی اللہ کے ہوتے ہیں

۱۸۹۱ء میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس مبارک جلسہ کے انعقاد کا پہلا اعلان فرمایا تو احباب جماعت سے حضور نے فرمایا:۔

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیئے"

جلسہ کے بلند اغراض اور بےنظیر فوائد کا اظہار حضور ہی کے مبارک الفاظ میں یہ ہے کہ

۱- اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں — اور تا

۲- ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے !۔

۳- ان کی معلومات وسیع ہوں !۔

۴- خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو — نیز — اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے !!

۵- یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں گی۔ کیونکہ اب یورپ و امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں"

جیسا کہ جلسہ کے اعلانات سے ظاہر ہے اس سال کا جلسہ قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۶۹واں سالانہ جلسہ ہے۔ اس خاصی لمبی مدت میں جاری جلسوں کے تمام پروگرام اور ان میں حاضرین کی ترقی پذیر تعداد ایک کھلی کتاب کی طرح ہے ہر سال نہ صرف جلسہ کے پروگرام ہی اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ بلکہ بعد میں ان کی تفصیلی رپورٹیں بھی شائع ہوتی ہیں۔ ان جلسہ ہائے سالانہ کی یہ لمبی تاریخ اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ وہ عظیم اغراض و فوائد جن کے پیش نظر اس الٰہی جلسہ کی بنیاد رکھی گئی بفضلہ تعالیٰ بطریق احسن پورے ہو رہے ہیں۔ اور ہر سال ہزاروں ہزار افراد اس میں شرکت کر کے روحانی فیض حاصل کرتے اور مرکز کی مبارک بستی کی برکات سے متمتع ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے سال میں پہلے سے بڑھ کر اس جلسہ کی کامیابی اور مقبولیت کی اصل وجہ وہی ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آج سے ۶۹ سال پہلے فرمایا تھا کہ

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خاص تائید حق اور اعلاء کلمۂ اسلام پر بنیاد رکھی گئی ہے"

ماسوا اس کے ایسے بلند شان جلسہ کا انعقاد جس مقام میں ہوتا ہے۔ اس کی عظمت بھی کچھ کم نہیں۔ اسلئے کہ

۱- یہ مقدس مقام خدا تعالیٰ کے رسول کا تخت گاہ ہے

۲- اس میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جو شعائر اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۳- مادیت کی طرف سرپٹ دوڑ رہی دنیا کو عین وقت پر خالص روحانیت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس سرزمین سے آواز بلند ہوئی۔

۴- اس جگہ خدا تعالیٰ کی تجلی کے بیشمار نشانات ظاہر ہوئے۔ چنانچہ ایک وہ وقت تھا جبکہ حضرت مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد دو تین نفوس سے زیادہ نہ تھی اور آپ کا حلقہ تعارف صرف محدود بلکہ شاید آپ کے اپنے گاؤں ہی کے لوگ بھی پوری طرح آپ سے واقف نہ تھے ! ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو عظیم بشارتوں سے نوازا اور فرمایا:۔

یأتیک من کل فج عمیق
یأتون من کل فج عمیق

(تذکرہ ص۵۰)

خدا تعالیٰ کی مدد ہر دور کی راہ سے تجھے پہونچے گی اور اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔

اب ذرا اندازہ کیجئے کہ خدا تعالیٰ کی یہ بات کس شان سے پوری ہو رہی ہے! اور کس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کر دی۔ آپ کی ذات میں ایک ایسی مقناطیسی قوت پیدا کر دی کہ اکناف عالم سے مخلوقِ خدا اس بابرکت مقام کی طرف چلی آ رہی ہے !! یوں تو قادیان میں آنے والا ہر شخص ہی اس لحاظ سے اس عظیم بشارت کا زندہ گواہ بنتا ہے مگر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جب ایک خاص جمعیت میں اکناف و جوانب سے لوگ جمع ہوتے ہیں تو وحی الٰہی کی شان اور ہی نرالی حیثیت اختیار کر لیتی ہے !!

مقام غور ہے۔ اگر شمع میں نور نہیں تو پروانے کیوں ہجوم کر کے آ گئے۔ اگر ابراہیمی آواز میں کشش نہیں تو یہ سینکڑوں اور ہزاروں طیور ربانیت سعیا کی عملی تصویر بن کیوں دیوانہ وار چلے آئے !!

— بلا شبہ یہ سب کچھ قادیان کی مقدس شخصیت علیہ الف الف صلوٰۃ کو بارگاہِ رب العزت میں مقام محبوبیت حاصل ہونے کا جس کی قبولیت کا کرشمہ رجوع خلائق کے رنگ میں مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۱۰ دسمبر (بوقت نو بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ رپورٹ مظہر ہے کہ کل دن بھر حضور کی طبیعت اچھی رہی مگر شام کو کچھ اعصابی بےچینی کی تکالیف رہی اسوقت طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے احباب جماعت حضور انور کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

کیوں نہ ایسا ہوتا حبیب خدا حضرت صادق و مصدوق نے فرمایا کہ — جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا میں اسکی قبولیت پھیلا دیتا ہے !!

پس قادیان میں ہمارا ہر سالانہ جلسہ ساری دنیا کے لئے اعلان ہے اس بات کا کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول تھے جن کا روحانی فیضان اب بھی جاری ہے کہ آپ ہی کی برکت سے آپ کے ایک امتی کو خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہوا اور اس کے ذریعہ ہزاروں ہزار نفوس نے گندی زیست سے توبہ کر کے پاکیزہ زندگی اختیار کی۔ جس نے اس پُر آشوب زمانہ میں ساری دنیا کو پریم و محبت سے بُلایا ہے کہ ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اور کہا ؎

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

پس مبارک ہے وہ جو اس آواز پر لبیک کہتا ہوا اپنی اس چند روزہ زندگی میں اپنی ابدی حیات کے سامان کرتا ہے۔ بہر حال ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

شکریہ و درخواست دعا

یہاں ہمارا جلسہ سالانہ نمبر احباب کی خدمت میں پیش ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اسے سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بنائے — اس کی تیاری میں حصہ لینے والے سب دوستوں کے لئے اور اپنے لئے احباب کرام سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

(ایڈیٹر بدر)

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا جماعت احمدیہ سے خطاب

ہم اس وقت ایک نہایت ہی نازک دور میں سے گذر رہے ہیں

ہمیں ہمیشہ اس امر پر غور کرتے رہنا چاہیئے کہ ہماری ترقی ہمارے نصب العین کے مطابق ہے یا نہیں

فرمودہ ۴ اپریل ۱۹۴۷ء بمقام قادیان

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۴ اپریل ۱۹۴۷ء بروز جمعہ قادیان کی مقدس سرزمین میں جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ کا افتتاح فرماتے ہوئے زبردست اور ایمان افروز تقریر فرمائی تھی جس کا ایک ایک لفظ جماعت احمدیہ کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر نہ تو مجلس شوریٰ کی رپورٹ کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ نہ حضور کا یہ ایمان افروز خطاب سلسلہ کے کسی اخبار میں شائع ہوا۔ اب جبکہ اخبار "بدر" اپنا خاص نمبر شائع کر رہا ہے۔ اور مرکز احمدیت کے سالانہ اجتماع میں شامل ہونے کے لئے دور و نزدیک سے سینکڑوں زائرین تشریف لا رہے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب اخبار "بدر" کی خواہش پر میں حضور کی یہ غیر مطبوعہ تقریر افادہ احباب کے لئے شائع کروا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت کے مخلصین کو ایسی توفیق بخشے کہ وہ حضور کی تمناؤں کو پورا کرنے والے بنیں اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس چستی اور فرض شناسی کا مظاہرہ کریں جس چستی اور فرض شناسی کا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی جماعتوں سے ہمیشہ مطالبہ کرتا چلا آیا ہے۔ حضور کا یہ ایمان پرور خطاب میں اپنی ذاتی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہوں۔ خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ ہم اپنی قربانیوں اور اپنے گذشتہ اعمال اور کردار کا جائزہ لیتے ہوئے اس امر پر غور کریں کہ ہم نے اُن ذمہ داریوں کو کہاں تک ادا کیا ہے جو

اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ احمدیت

کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہیں۔ ہم یہاں رسماً اکٹھے نہیں ہوئے۔ کسی کھیل اور تماشہ کے لئے اکٹھے نہیں ہوئے۔ محض اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے لئے اکٹھے نہیں ہوئے۔ بلکہ ہم اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ زمین و آسمان کے خدا نے ہم پر ایک فرض عائد کیا ہے۔ اور ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا ہم نے اپنے اُس فرض کے ادا کرنے میں کسی کوتاہی یا سہل انگاری سے تو کام نہیں لیا۔ ہمارے سلسلہ کو قائم ہوئے ایک لمبا عرصہ گذر چکا ہے۔ اتنا لمبا عرصہ کہ اس میں ایک بچہ بھی جوان ہو کر صاحبِ اولاد ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ بیٹوں اور پڑپوتوں والا بن جاتا ہے۔ پس ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس عرصہ میں ہم نے کتنی ترقی کی ہے۔ اور پھر ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ

"کیا ہماری ترقی ہمارے

نصب العین کے مطابق

ہے یا نہیں؟ دنیا میں ہر ذی حیات جسم حرکت تو ضرور کرتی ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہوتی ہے کہ کیا اُس کی حرکت اُس کے نصب العین کے مطابق ہے یا نہیں۔ ایک بڈھا گھوڑا بھی اگر اُسے تھان سے چھوڑ دیا جائے تو کچھ نہ کچھ حرکت ضرور کریگا۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ گھوڑا ابھی کام کرنے کے قابل ہے۔ جب گھوڑا اپنے اُس مقصد کے مطابق دوڑتا ہے جس مقصد کے لئے کوئی گھوڑا رکھا جاتا ہے تب ہم کہیں گے کہ وہ ایک اچھا گھوڑا ہے۔ ورنہ ایک مریل گھوڑا بھی کچھ نہ کچھ دوڑ لیتا ہے۔ ایک ٹوٹی پھوٹی موٹر۔ ایک ٹوٹا پھوٹا انجن بھی اگر اُسے چلایا جائے تو کچھ نہ کچھ چل سکتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ

جس غرض کے لئے

وہ موٹر خریدی گئی تھی اُسے وہ پورا کر رہی ہے۔ یا جس مقصد کے لئے ایک انجن خریدا گیا تھا اُسے وہ پورا کر رہا ہے۔ بیمار بچے بھی آخر کچھ نہ کچھ قدم ترقی کر لیتے ہیں۔ بیمار درخت بھی کچھ نہ کچھ پھل پیدا کر دیتے ہیں۔ بیمار کھیتیاں بھی کچھ نہ کچھ غلہ اُگا دیتی ہیں۔ کتنی ہی ردی کھیتی کیوں نہ ہو اُس میں سے کچھ نہ کچھ گیہوں نکل آئے گا۔ کچھ نہ کچھ کپاس نکل آئے گی۔ کچھ نہ کچھ گنے آ جائیں گے۔ مگر اُس گیہوں یا اُس کپاس یا اُن گنوں کو دیکھ کر ہم یہ تسلی نہیں پا سکیں گے کہ ہمارا گندم اچھی ہے یا ہماری کپاس اچھی ہے یا ہمارا اُگنا اچھا ہے۔ یا ہمارا بچہ اچھا ہے۔ جب تک ان چیزوں کا نشوونما اُس قانونِ قدرت کے مطابق نہیں ہوتا۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق دنیا میں جاری کیا ہے اس وقت تک ہم اُنہیں تندرست نہیں سمجھ سکتے اور نہ اُن کے نشوونما کو حقیقی نشوونما کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح ہماری جماعت کیلئے

خدا تعالیٰ نے ایک نصب العین مقرر کیا ہے۔ اور ہمارے ذمہ اس نے کچھ فرائض عائد کئے ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آیا اپنے فرائض کے مطابق ہم نے ترقی کر لی ہے یا وہ نصب العین جس کے حصول کے لئے ہم کھڑے ہوئے تھے اُس نصب العین کیلئے جس قدر جدوجہد کی ضرورت تھی وہ جدوجہد ہم نے سر انجام دے دی ہے یا جو فرائض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے ذمہ عائد کئے گئے تھے وہ فرائض ہم نے پورے کر لئے ہیں یا کم سے کم اس جماعت میں داخل ہوتے وقت ہم نے جو وعدے کئے تھے۔ اُن وعدوں کا پاس کرتے ہوئے ہم نے وہ قربانیاں پیش کر دی ہیں جن قربانیوں کے بغیر وہ وعدے پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر

خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ معیار

کے مطابق ابھی تک ہماری نگاہ بلند نہیں ہوئی۔ اگر خدا اور اُس کے رسول کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ابھی ہم نے قربانیاں نہیں کیں۔ اگر خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہم نے اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ احمدیت کے لئے جدوجہد نہیں کی تو کم سے کم اس جماعت میں داخل ہوتے وقت جو ہمارے اپنے ولولے اور اپنے ارادے تھے۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ کیا اُن ولولوں اور اُن عزائم کے مطابق ہم نے اپنا قدم ترقی کے میدان میں بڑھایا ہے۔ ہر بیعت کرنے والا جس دن بیعت کرتا ہے۔ اگر وہ منافق نہیں ہوتا تو خواہ

وہ ایمان کے لحاظ سے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ اُس کے دل میں

نئے سے نئے ولولے

پیدا ہونے لگ جاتے ہیں اُس کے دل میں گدگدیاں سی ہونے لگتی ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو ایک نئے عالم میں محسوس کرتا ہے۔ جب وہ ایک مردہ حالت سے نکل کر زندگی کے میدان میں اپنا قدم رکھتا ہے جب وہ ایک ذہنی موت سے چھٹکارا پاتے ہوئے روحانی حیات کا مزہ چکھتا ہے۔ جب اُس کا قلب نمایاں طور پر محسوس کرتا ہے کہ مجھے خدا نے ہلاکت سے نکال کر نجات کی طرف لے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے مجھے اس دنیا کو نجات دینے والے لوگوں میں

ایک تاجی

کی صورت میں کھڑا کر دیا ہے تو خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو کتنا ہی جاہل ہو۔ کتنا ہی امنگوں سے عاری ہو کچھ نہ کچھ گدگدیاں اُس کے دل میں ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ کچھ نہ کچھ اُمنگیں اُس کے قلب میں ضرور موجزن ہوتی ہیں۔ اُس کی آنکھیں ــ خدو رفعتا ہیں ــ اپنی ہمت کے مطابق ایک نصب العین دیکھتی ہیں اور وہ خوش ہو کر کہتا ہے آج میں بھی ایک جماعت میں داخل ہو گیا ہوں آج میں بھی اپنے ایثار اور اپنی قربانی اور اپنی جد و جہد سے ایسے

نیک تغیرات

پیدا کروں گا جو ہمیشہ ہمیش کے لئے میرے لئے بقائے دوام کا باعث بنیں گے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوتا جو ایسے جذبات لئے بغیر جماعت احمدیہ میں داخل ہو۔ کیونکہ جماعت احمدیہ میں ہر شخص یہ سوچکر اور سمجھ کر داخل ہوتا ہے کہ میں خدا کے لئے اپنے نفس پر ایک موت وارد کروں گا۔ میں اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں سے محض خدا کی رضاء کے حصول کے لئے جدائی اختیار کروں گا۔ یہ اُس کی زندگی کا

ایک عظیم الشان واقعہ

ہوتا ہے جو اُس کے نفس کی بنیادوں کو ہلا دیتا اور اُس کے قلب پر ایک لرزہ طاری کر دیتا ہے جس طرح ایک درخت کو باغ میں سے نکال کر کہیں اور لگایا جائے تو اُسے ایک دھکا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص ایک سلسلہ سے کٹ کر دوسرے سلسلہ [illegible] میں داخل ہوتا ہے تو وہ بھی ایک نہایت ہی تزلزل پیدا کرنے والا واقعہ ہوتا ہے اور اُس وقت اُس کے خیالات اپنے سابق خیالات کی نسبت بہت کچھ بلند پروازی کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنی حالت کے مطابق۔ اپنی حیثیت کے مطابق۔ مگر بہرحال کچھ نہ کچھ ضرور۔ ہر شخص جو سلسلہ میں داخل ہوتا ہے۔ ہر شخص جو بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے وہ پہلے سے اونچا۔ بہت اونچا اور بہت ہی اونچا اُڑنا شروع کر دیتا ہے اور اُس کی بلند پروازی اُس کی اپنی نگاہوں میں بھی عجیب ہوتی ہے۔

پس اگر ہم نے خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ترقی نہیں کی تو ہمیں کم سے کم یہ

غور کرنا چاہیئے

کہ اگر خدا کے فیصلہ کے مطابق ہم نے ترقی نہیں کی تو کیا وہ ارادے جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوئے تھے۔ کیا وہ اُمنگیں جو ہمارے قلوب میں اُس وقت موجزن ہوئی تھیں۔ جب ہم جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ یا جماعت احمدیہ میں پیدا ہو کر جب ہم جوانی کو پہنچے تو جذبات کی تلاطم خیز موجوں نے ہمارے اندر جو تغیر پیدا کر دیا تھا جن کے نتیجہ میں ہم فضائے روحانی میں بلند پروازی کرنے لگ گئے تھے۔ کیا اُن ارادوں۔ اُن اُمنگوں اور اُن بلند پروازیوں کے مطابق ہم نے ترقی کر لی ہے۔ اور اگر خدا کی امید کو ہم نے پورا نہیں کیا تو کیا ہم نے اپنے نفس کی اُن امیدوں کو پورا کر لیا ہے جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی تھیں۔ اگر

اس سوال کا جواب

اثبات میں ہو تو کم سے کم ہم اپنے نفس میں تسلی پا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا نفس جس قدر بلند ہوا تھا ہم اُس حد تک جا پہونچے۔ یا وہ منزل جو ہمارے دل نے مقرر کی تھی وہ منزل ہم نے طے کر لی۔ لیکن اگر ایسا نہیں۔ اگر ہم نے نہ خدا کی امیدوں کو ابھی تک پورا کیا ہے نہ اپنی ذاتی بلند پروازیوں کی انتہا تک ہم پہونچے ہیں۔ تو ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ ہم نے کیا کرنا تھا اور کیا کیا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں

دنیا کی نگاہوں میں ہمارے کام بے شک عجیب ہیں۔ مگر یہ کام ہمارے اُن ارادوں اور اُن اُمنگوں کے پاسنگ بھی نہیں جو ہمارے دلوں میں پیدا ہوئے تھے اور نہ یہ کام اُن خوابوں سے کوئی دور کی بھی نسبت رکھتے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھیں۔ اسی طرح ہمارے یہ کام اُن ارادوں کے بھی پاسنگ نہیں جو اس سلسلہ میں پیدا ہونے کے بعد جوانی کے قریب پہنچ کر ہمارے قلوب میں موجزن ہوئے۔ ابھی ہماری خوابیں تعبیر طلب ہیں۔ ہمارے ارادے تشنۂ تکمیل ہیں۔ ہماری اُمنگیں گلدستۂ طاقِ نسیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور ابھی وہ جد و جہد مکمل نہیں ہوئی۔ جس جد و جہد کا ارادہ کر کے ہم دنیا میں کھڑے ہوئے تھے اور جس عزم صمیم کا اس سلسلہ میں داخل ہونے وقت ہم نے اظہار کیا تھا۔ یا کم سے کم ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے دل میں ایک غیر معمولی عزم غیر معمولی بلندی اور غیر معمولی علو ہمتی پیدا ہو چکی ہے۔ دن گزرتے چلے جاتے ہیں اور جو وقت منزل مقصود تک پہنچنے کا ہمارے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ روز بروز چھوٹا ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہماری ذمہ واریاں پہلے سے بہت بڑھ گئی ہیں

اور ہماری مشکلات بھی زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ کیونکہ جوں جوں ہماری جماعت مختلف جہات اور مختلف اطراف میں پھیل رہی ہے اور جوں جوں مختلف اقوام اور مختلف ممالک اور مختلف حکومتوں کے ساتھ اُس کا تعلق بڑھ رہا ہے۔ ہمارے دشمن بھی نئے سے نئے پیدا ہو رہے ہیں اور نئی سے نئی مشکلات ہیں جو ہمارے لئے رونما ہو رہی ہیں

ان حالات میں جس قسم کی قربانی۔ جس قسم کی فدائیت اور جس قسم کا ایثار ضروری ہے وہ ابھی ہم میں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن اس کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ جلد یا بدیر ہمیں اس راستہ پر چلنا پڑے گا۔ یہ وادی سخت پرخار ہے مگر کانٹوں پر چلے بغیر ہم اپنی منزل مقصود کو کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم جتنی جلدی اپنے اندر قربانی اور ایثار کی روح پیدا کریں گے۔ ہم جتنی جلدی اپنے اندر فدائیت کا رنگ رونما کریں گے اُتنی ہی جلدی ہماری مشکلات دور ہونگی اور اُتنی ہی جلدی اسلام اور احمدیت کو ترقی حاصل ہوگی۔

پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے دلوں میں

تبدیلی پیدا کریں

زیادہ سے زیادہ اپنے فکروں میں تبدیلی پیدا کریں۔ زیادہ سے زیادہ اپنے ارادوں میں تبدیلی پیدا کریں۔ اسی طرح اپنے اردگرد بیٹھنے والوں اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ارادوں اور اُن کے حوصلوں اور اُمنگوں میں بھی تبدیلی پیدا کریں۔ بغیر اپنے حوصلوں کو بڑھانے اور اپنے ارادوں میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرنے کے تم وہ کام ہرگز نہیں کر سکتے جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ ایک کے بعد ایک کر کے وہ لوگ جو اس

اسلامی عمارت کی بنیاد

رکھنے والوں میں شامل تھے اس دنیا سے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اُن کی جگہ وہ لوگ آ رہے ہیں جنہوں نے ابتدائی زمانہ کی ایمانی لذت حاصل نہیں کی۔ وہ زمانہ جبکہ احمدیت کا نام لینے والا دنیا میں بہت کم۔ شاذ و نادر کے طور پر ہی کوئی شخص نظر آتا تھا اور جبکہ قادیان میں۔ اُس قادیان میں جس میں خدا نے ہمیں بعد میں غیر معمولی طاقت اور شوکت عطا فرمائی۔ صرف چند افراد احمدی کہلانے والے تھے جو بسا اوقات اپنی کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو بھی انتہا درجہ کی بلا اور مصیبت سمجھتے تھے۔ مجھے یاد ہے

میاں معراج الدین صاحب

جو ابتداء میں گدھوں پر مٹی لاد کر بھرتی ڈالا کرتے تھے اور جنہوں نے بعد میں آٹے کی تجارت شروع کر دی اُن کے متعلق ایک دفعہ مجھے اطلاع ملی کہ وہ بازار میں سے گذر رہے تھے کہ کسی مخالف نے کوئی شرارت کی۔ میں نے اُن کو بلایا اور چاہا کہ اگر یہ اطلاع درست ہو تو اُس شرارت کا تدارک کر دیا جائے۔ جب وہ آئے اور میں نے اُن سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو اُنہوں نے سمجھا کہ شاید میں یہ سن کر ڈر گیا ہوں کہ اب لوگ ہماری مخالفت کرنے لگ گئے ہیں۔ اور اُنہوں نے بجائے میرے سوال کا جواب دینے کے

مجھے تسلی دینی شروع کر دی

اور کہنے لگے بے شک ایک شخص نے کچھ شرارت کی تھی مگر یہ مصیبت اُن مصیبتوں کے

مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں برداشت کی ہیں۔ جب انہوں نے یہ بات کی تو قدرتی طور پر میری توجہ اس طرف منتقل ہوئی کہ میں بھی سنوں کہ وہ کیا مشکلات تھیں جو اُن کو پیش آئیں۔ اور میں نے اُن سے کہا کہ مجھے بھی

اُس زمانہ کا کوئی واقعہ

سنائیے۔ وہ کہنے لگے۔ ایک دفعہ میں ڈھاب میں سے مٹی کھود رہا تھا کہ کسی نے مرزا نظام الدین صاحب کو جاکر اطلاع دیدی کہ ڈھاب میں سے مٹی کھود دی جارہی ہے۔ مرزا نظام الدین صاحب بڑے جوش کی حالت میں وہاں پہنچ گئے۔ میں نے اُنہیں دیکھا تو ایک گڑھا جو مٹی کھودنے کیوجہ سے ڈھاب میں بن چکا تھا اُس کے پیچھے چھپ گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے خدا جیسے تیرے رسول پر غار ثور میں ایک مصیبت کا وقت آیا تھا ویسی مصیبت کا وقت اب مجھ پر آگیا ہے تو میری حفاظت فرما۔ اور مجھے اس تکلیف سے نجات دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری ایسی حفاظت فرمائی کہ مرزا نظام الدین صاحب اندھے ہوگئے انہیں نظر ہی نہ آیا۔ وہ گالیاں دیتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اور میں خدا کا شکر کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔ اب دیکھو یہ

کتنی چھوٹی سی چیز تھی

جو اپنے زمانہ کے لحاظ سے اُنہیں بڑی نظر آئی۔ اتنی بڑی کہ مرزا نظام الدین صاحب کے ایک دو تغیروں کو انہوں نے غار ثور کے واقعہ کے مشابہ قرار دیا۔ مگر یہ حالت کیوں پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ قادیان میں احمدیوں کی حیثیت اتنی حقیر سمجھی جاتی تھی کہ ہر شخص خواہ وہ کیسی ہی ادنیٰ حیثیت رکھنے والا ہو۔ ان کے کچلے جانے اور دنیا سے اُن کے مٹائے جانے کے متعلق کامل یقین رکھتا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ احمدی اپنے گھروں کے لئے مٹی کھودتے تو لوگ اُن کے خلاف شور مچا دیتے حالانکہ وہ مٹی اپنے چھتوں کی لپائی کے لئے یا ایسی ہی اور اغراض کے لئے کھودتے ہوتے تھے۔ مگر وہ مقام جہاں احمدیوں کو اپنے مکانوں کی چھتوں پر لپائی کرنے کیلئے بھی مٹی کھودنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی آج اسی مقام اور اسی جگہ پر وہ بلند و بالا اور

عظیم الشان عمارتیں

کھڑی ہیں جو احمدیت کے عظیم الشان کارہائے نمایاں پر دلالت کرتی ہیں۔ اور لاکھوں لوگ اس جماعت سے وابستہ ہیں۔ اب غور کرو کہ کجا تو وہ حال تھا کہ قادیان میں صرف چند آدمی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے اور وہ بھی معمولی معمولی لوگوں کے مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ اور کجا یہ حالت ہے کہ ہمارے کارناموں کو دیکھ دیکھ کر دشمن کا دل اس یقین اور وثوق سے زیادہ سے زیادہ لبریز ہوتا چلا جارہا ہے کہ ایک طاقتور اور منظم جماعت ہے اور غیر ممالک میں بھی یہی احساس پایا جاتا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے

انگلستان کے ایک اخبار میں

شائع ہوا کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جماعت احمدیہ بہت بڑی مالدار جماعت ہے مگر اب ہمیں یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ اصل میں اس جماعت کی ترقی روپیہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس جماعت کے افراد کی قربانی کی وجہ سے ہے۔

گویا یورپ کے لوگ بھی ہمیں بہت بڑا مالدار سمجھتے تھے۔ مگر یہ ہیبت اور یہ رُعب جو ہمیں آج حاصل ہے اُس زمانہ میں کہاں تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں موجود تھے۔ ہمارے متعلق دشمن کے اس اندازہ میں خواہ کتنی بڑی غلطی ہو۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کچھ نہ کچھ کام کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے ضرور توفیق عطا فرمائی ہے جس سے دشمن بھی مرعوب نظر آتا ہے ورنہ ہلا وجہ لوگ دوسروں کا رُعب قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ بیشک خدا نے ہمیں کچھ کام کرنے کی توفیق دی ہے۔ اور بیشک دشمن بھی ہم سے مرعوب دکھائی دیتا ہے۔ مگر کیا جس کام کے لئے ہم کھڑے ہوئے تھے اس کام کے ہم قریب پہونچ گئے ہیں۔ سالہا سال سے ہماری یہ حالت ہے کہ جب لوگ ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کہ تمہاری تعداد کتنی ہے۔ تو ہماری جماعت کے افراد یہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ مگر سالہا سال گذر گئے۔ دس لاکھ سے ہماری تعداد بڑھتی ہی نہیں۔ اور ہمیں ہر سال یہی کہنا پڑتا ہے کہ ہماری تعداد دس لاکھ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔ اور ہمارے سلسلہ پر کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں

کوئی نہ کوئی نیا آدمی

ہم میں شامل نہ ہو مگر اس کے باوجود کیوں ہماری تعداد دس لاکھ سے نہیں بڑھتی! اس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اردگرد تھے انہوں نے آپ کے کانوں میں یہ بات ڈالی کہ ہماری جماعت دس لاکھ ہے۔ اور چونکہ آپ کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس سے جماعت احمدیہ کی تعداد یقینی طور پر معلوم کی جاسکتی۔ اور کام کرنے والوں میں سے بعض لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ تک پہنچ چکی ہے آپ نے بھی دس لاکھ تعداد لکھ دی اور جماعت کے دوستوں نے بھی کہنا شروع کردیا کہ ہم دس لاکھ تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر اب سالہا سال گذر چکے ہیں اور پھر بھی ہماری تعداد دس لاکھ ہی ہے۔ اس سے بڑھتی نہیں۔ چونکہ جب دس لاکھ کا ہی کوئی ثبوت نہیں ملتا تو جماعت اس سے آگے کیا بڑھے۔ جس شخص سے یہ غلطی ہوئی تھی اُس کی وجہ سے ایک طرف تو جماعت مطمئن ہوگئی۔ اور اُس نے سمجھ لیا کہ ہماری تعداد بہت کافی ہوگئی ہے اب کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری طرف اگر جماعت نے ترقی بھی کی تو چونکہ وہ دس لاکھ سے بہرحال کم تھی۔ لوگوں نے یہی سمجھا کہ جماعت پر ایک جمود کی حالت طاری ہے اور وہ کوئی ترقی نہیں کر رہی۔ گذشتہ جنگ عظیم میں ملک فیروز خاں صاحب نون ولایت گئے تو انہوں نے ہندوستان کی قربانی کا نعرہ وہاں اس طرح لگایا کہ ہندوستان سے بیس لاکھ آدمی فوج میں بھرتی ہوچکا ہے حالانکہ اُس وقت تک بھرتی ابھی دس لاکھ تک بھی نہیں پہنچی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے جب بیس لاکھ فوج کی بھرتی کی خبر سنی تو انہوں نے ان الفاظ کو خوب اُچھالا اور دنیا کے کونے کونے میں مشہور کیا گیا کہ

ہندوستان کتنی بڑی قربانی کر رہا ہے

اُس نے اپنا بیس لاکھ آدمی فوج میں بھرتی کرا دیا ہے۔ مگر اس کا کیا انجام ہوا۔ انجام یہ ہوا کہ باوجود اسکے کہ اس اعلان کے بعد بھی چار سال تک بھرتی جاری رہی پھر بھی بیس لاکھ تک تعداد نہ پہنچی۔ مجھ سے جب لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ کی

جماعت کی ترقی

کے متعلق کیا اندازہ ہے تو میں اُنہیں یہی کہا کرتا ہوں کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ پنجاب میں ڈھائی لاکھ احمدی ہیں۔ اور اگر باقی ہندوستان اور غیر ممالک کے احمدیوں کو ملا لیا جائے تو یہ تعداد پتی ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ میں اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ ہماری تعداد دس لاکھ نہیں کیا یہ کہ آج سے بیس یا چالیس سال پہلے دس لاکھ ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانہ سے اس زمانہ میں ہم نے بہت بڑی ترقی کی ہے اور بہت بڑی شوکت ہے جو ہماری جماعت کو حاصل ہوئی ہے مگر جب کہنے والوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے تو وہ ترقی جو بعد میں حاصل ہوئی وہ لوگوں کو نظر نہ آئی کیونکہ اُن پر اثر تب ہوتا جب وہ سمجھتے کہ جماعت دس سے بیس لاکھ ہوگئی ہے یا بیس سے تیس لاکھ ہوگئی ہے جب پہلے ہی دس لاکھ تعداد بتادی گئی تو بعد میں جو ہزاروں ہزار افراد ہماری جماعت میں شامل ہوئے تھے وہ کسی شمار میں نہ آسکے اور لوگوں پر ہماری جماعت کی ترقی مشتبہ ہوگئی۔ اگر کہا جائے کہ یہ دس لاکھ تعداد اُن لوگوں کی تھی۔ جو جماعت احمدیہ سے ہمدردی رکھتے تھے تو پھر دس لاکھ کی کیا شرط ہے میں کہتا ہوں ایسی ہمدردی رکھنے والے اُس زمانہ میں بیس لاکھ بھی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن شخصیت اُس وقت موجود تھی اور لاکھوں لاکھ آپ سے عقیدت اور اخلاص رکھتے تھے گو وہ جماعت احمدیہ میں شامل نہیں تھے۔ ایسے افراد دس نہیں بیس لاکھ بھی ہوسکتے ہیں۔ مگر حقیقتاً اُس وقت ہماری جماعت کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی۔ مگر

ایک نفسی کمزوری

کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس کو دس لاکھ بتا دیا اور بعض دفعہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یقین دلایا کہ ہم جانتے ہیں ہماری جماعت کی اتنی ہی تعداد ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری جماعت سالہا سال اسی خیال میں مگن رہی کہ ہم دس لاکھ تک پہنچ چکے ہیں۔ اور اُس نے ترقی کی طرف اپنا قدم نہ اُٹھایا۔ آخر میں نے جماعت کو بار بار توجہ دلائی کہ وہ تبلیغ کرے اور اپنی اس سستی اور غفلت کا ازالہ کرے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میرے توجہ دلانے پر جماعت تبلیغ کی طرف متوجہ ہوگئی۔ اور ہماری جماعت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ مگر اس کوشش اور جدوجہد کے باوجود اب تک بھی ہم ہندوستان اور غیر ممالک میں دس لاکھ تک نہیں پہونچے۔ اگر دونوں کے لحاظ سے جماعت کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو میں کہتا ہوں کہ ہماری جماعت ہندوستان میں چار لاکھ کے قریب ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔ ابھی تک ہماری جماعت کمزور اور بے انتہا کمزور ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کمزوری کو جلد سے جلد دور کریں اور لاکھوں سے کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں تک اپنی جماعت کی تعداد کو پہنچائیں۔ اس وقت ساری دنیا کی آبادی دو اڑھائی ارب ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سب کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لائیں اور انہیں

ایمان اور اسلام کی دولت

سے مالا مال کریں اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ہم جلد سے جلد اپنے آپ کو لاکھوں سے کروڑوں میں تبدیل کریں اور پھر کروڑوں سے اربوں تک پہونچنے کی کوشش کریں مگر لاکھوں سے کروڑوں تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے بہت بڑی جدوجہد۔ بہت بڑی کوشش اور بہت بڑی قربانیوں اور ایثار کی ضرورت ہے ہماری جماعت کی حالت اس وقت ایسی ہے جیسے ایک

تھکا ماندہ انسان شدیدگرمی کے موسم میں جبکہ پیاس سے اُس کے ہونٹ خشک ہو رہے ہوں اور دو قدم چلنا بھی اُس پر گراں گذرتا ہو۔ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھ رہا ہو کہ راستہ میں ایک ٹیلہ آجائے جس پر چڑھنا اسکے لئے ضروری ہو۔ جس طرح وہ تھکا ماندہ انسان شدید گرمی اور شدتِ پیاس کی حالت میں ٹیلے پر چڑھتے وقت قدم قدم پر ہانپنے لگ جاتا ہے۔ گر گر پھر چل کر اُسکے قدم لڑکھڑانے لگ جاتے ہیں۔ وہ اُٹھتا ہے اور دو قدم چل کر سانس لینے کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر چلتا ہے اور بیٹھتا ہے اور ایک ایک قدم اُٹھانا اُسے سخت دشوار آتا ہے۔ بالکل ویسی ہی حالت اس وقت ہماری جماعت کے بعض افراد کی ہو رہی ہے۔ ہماری منزل مقصود ابھی بہت دور ہے۔ ہماری مشکلات دن بدن بڑھتی جارہی ہیں۔ اور جوں جوں ہم اپنا قدم آگے بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔ دشمن ہماری عظمت اور ہماری شوکت اور ہماری بڑھنے والی طاقت سے آگاہ ہو کر زیادہ سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ سے زیادہ ہمارا مخالف ہوتا چلا جاتا ہے۔ مگر ہماری جماعت کے افراد ہیں کہ وہ آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ دنیا میں دو طرح کی عظمت ہوتی ہے ایک جو پیدا کردہ ہوتی ہے اور ایک وہ عظمت ہوتی ہے جو پوشیدہ ہوتی ہے۔ بسا اوقات پیدا کردہ عظمت بڑی نظر آتی ہے۔ حالانکہ پیدا کردہ عظمت چھوٹی ہوتی ہے۔ اور پیدا ہونے والی عظمت بڑی ہوتی ہے

ایک گڈریا

جب اپنی بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں جاتا اور اپنی لاٹھی سے پتے گرا گرا کر اپنی بکریوں کے آگے ڈالتا ہے تو اُس وقت جب کوئی شخص اُس بکریاں چرانے والے کے پاس سے گذرتا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کتنا مضبوط اور طاقتور نوجوان ہے۔ مگر اس گڈریا کے چھوٹے چھوٹے بچے جب اُس کی جھونپڑی میں ریں ریں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کوئی شخص وہاں سے گذرتا ہے تو وہ اس کے نحیف و نزار اور کمزور و ناتواں بچوں کو ریں ریں کرتے اور جھونپڑی میں انکی خستہ حالی کو دیکھتے ہوئے کہہ اُٹھتا ہے۔ یہ کتنا غریب ہے کیسا مسکین اور ناتواں ہے رہنے کے لئے اس کے پاس جھونپڑی کے سوا اور کچھ نہیں اور بچے ہیں کہ وہ سارا دن ریں ریں کرتے رہتے ہیں اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اُنہیں کھلائے۔ وہ گڈریا کی بیکسی اور اسکے بچوں کی ناتوانی پر اپنے دل میں رحم کے جذبات اُبھرتے محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ تاریخ کے ورق اس بات پر شاہد ہیں کہ کئی گڈریوں کے بیٹے بادشاہ ہوئے اور اُنہوں نے بڑے بڑے ملکوں کو تہ و بالا کر دیا۔

نادرشاہ جو ایران سے اُٹھا

اور ہندوستان پر حملہ آور ہوا ایک گڈریے کا ہی بیٹا تھا۔ وہ گڈریے کا بیٹا ایک دن اس شان کو پہنچا کہ اُس نے سابق تاجدار ایران کو قتل کر دیا اور خود تمام ایران پر قابض ہو گیا۔ اسی طرح چین میں مانچو خاندان جس نے صدیوں تک حکومت کی۔ اُس کی ابتدا بھی اسی طرح ہوئی۔ مانچو ایک گڈریے کا بیٹا تھا۔ جب وہ بچہ تھا اُس کے اندر اُس کی پیدا ہونے والی طاقت تھی۔ اور جو طاقت اُس کے باپ کے اندر تھی وہ اُس کی پیدا کی ہوئی طاقت تھی۔ گویا باپ میں تو وہ طاقت تھی جو ظاہر ہو چکی تھی اور بچے میں وہ طاقت تھی جو ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اگر اس بچہ کی وہ طاقت، جو ابھی ظاہر نہیں ہوئی تھی اگر اُس کا علم چین کے بادشاہ کو ہو جاتا۔ اور وہ ان

آنے والے واقعات

کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا کہ اسی گڈریے کا بیٹا اس کی حکومت کو چھین رہا ہے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو وہ اس بچے کو زندہ رہنے دیتا۔ وہ فوراً اس کا گلا گھونٹ کر مروا دیتا اور بچہ وہیں ختم ہو کر رہ جاتا یا اگر نادرشاہ کے متعلق ایران کے بادشاہ کو علم ہوتا کہ یہ کسی دن اُس کو قتل کر کے خود ایران پر قابض ہو جائے گا۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ نادر کو زندہ رہنے دیتا۔ وہ ایک سپاہی بھیجکر بڑی آسانی سے اُس کا گلا کٹوا سکتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ بچہ ایک زمانہ میں حکومت کو تہ و بالا کرنے والا تھا اور اُس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا پھر بھی اُس گڈریے کو مارنا آسان نہیں تھا۔ جتنا آسان اُس بچے کو مارنا تھا۔ حالانکہ باپ کی اپنے بچہ کے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی نہیں تھی جو ایک مکھی کی ہاتھی کے مقابلہ میں ہوتی ہے باپ مکھی کی حیثیت رکھتا تھا اور

بیٹا ہاتھی کی حیثیت

رکھتا تھا۔ باپ گڈریا تھا اور گڈریا رہ کر ہی مرجانے والا تھا۔ مگر بچہ گو ایک گڈریے کا بچہ تھا مگر مقدر یوں تھا کہ وہ ایک دن ملک کا بادشاہ بن جائے۔ پس بیٹا ہاتھی بننے والا تھا اور باپ ایک مکھی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر دوسری طرف مکھی کی حیثیت رکھنے والے باپ پر اگر بادشاہ حملہ کرتا تو ممکن تھا وہ جنگلوں میں بھاگ کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکتا لیکن ہاتھی کی حیثیت رکھنے والے بچہ پر اگر اُس وقت کوئی شخص حملہ کر دیتا تو گو وہ ہاتھی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر اپنی جان کو اُس طرح نہ بچا سکتا جس طرح مکھی کی حیثیت رکھنے والا باپ اپنی جان کو بچا لیتا۔ کیا تم سمجھتے ہو اگر چین کے بادشاہ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میرے خاندان کی بادشاہت کا خاتمہ کرنے والا ہے۔ اور ایک دو سال نہیں بلکہ کئی سو سال تک یہ اور

اس کا خاندان ہی چین پر حکمران رہے گا تو وہ اسے زندہ چھوڑ دیتا باوجود اس کے کہ مستقبل میں وہ ہاتھی بننے والا تھا اُس وقت ایک مکھی کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا اور بادشاہ بڑی آسانی سے ہلاک کر سکتا تھا مگر چونکہ اُسے علم نہ ہوا کہ اُس کے اندر کونسی عظمت مخفی ہے۔ وہ اس کی مستقبل کی ترقی کو دیکھ نہ سکا۔ پس دشمن کا اس بات سے آگاہ ہو جانا کہ میرا مدِ مقابل ضرور ایک دن بڑھنے والا ہے خطرات کو بڑھا دیتا اور ذمہ داریوں میں بہت زیادہ اضافہ کر دیتا ہے۔ اِس وقت ہماری جماعت بھی ایک ایسے دور سے گذر رہی ہے کہ دشمنوں کی آنکھیں ہماری ترقی کو دیکھ کر حیران ہیں۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے ہماری طرف دیکھ رہا ہے اور وہ بھی اس حقیقت کو اب بھانپ گیا ہے کہ

یہ جماعت بڑھنے والی جماعت ہے

یہ جماعت ترقی کرنے والی جماعت ہے۔ یہ جماعت دنیا پر چھا جانے والی جماعت ہے یہ احساس جو دشمن کے قلب میں پیدا ہو چکا ہے اور یہ بیداری جو اُس میں پائی جاتی ہے یہ پہلے زمانہ میں نہیں تھی پہلے زمانہ میں اگر کوئی شخص ہماری جماعت کی مخالفت بھی کرتا تو وہ سمجھتا کہ یہ لوگ کیا چیز ہیں۔ میں چٹکیوں میں ان کو مسل دوں گا۔ میں انگلیوں میں ان کو ریزہ ریزہ کر دوں گا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی کہہ دیا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اُنہیں نیچے گراؤں گا مگر آج جو شوکت اور طاقت ہمیں حاصل ہے یعنی جو عظمت اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ ایسی نمایاں ہے کہ دشمن اب کنکھیوں سے ہمیں دیکھنے لگ گیا ہے۔ اس کی غیظ آلود اور ترچھی نگاہیں ہم پر پڑنی شروع ہو گئی ہیں۔ اور اُس کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہونے لگ گیا ہے کہ یہ جماعت اب کچھ کر کے رہے گی اس کو مٹانے کے لئے زیادہ قوت عمل اور زیادہ تنظیم اور زیادہ فکر سے کام لینا چاہیئے گویا ہماری پیدا ہونے والی طاقت کو اب خدا تعالےٰ نے ظاہر کر دیا ہے۔ دشمن پہلے سے بہت زیادہ ہوشیار ہو رہا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نہایت ہی نازک دور میں اپنے قدم پوری مضبوطی سے میدان عمل میں بڑھاتے چلے جائیں اور اس امر کی کوئی پرواہ نہ کریں کہ اس کا کیا انجام ہو گا۔ آج خدا نے ہماری شوکت ہمارے دشمن پر بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے پہلے سے بہت زیادہ ہوشیاری۔ بہت زیادہ قربانی اور بہت زیادہ بیداری کی ضرورت ہے پہلے زمانہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی کو ظاہر کر دیگا"

تو دشمن نے ہنس کر کہا یہ پاگل ہو گیا ہے اس بیچارے کی عقل ماری گئی ہے اسکے حواس ٹھکانے نہیں رہے، کیا بہکی بہکی باتیں ہیں جو یہ کر رہا ہے۔ مگر آج باوجود اسکے کہ ہم میں وہ شخص موجود نہیں جس نے یہ کہا تھا:

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا"

بلکہ اُس سے ادنیٰ اور مجھ جیسے کمزور شاگرد دنیا میں پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنکے قدم حوادث میں ڈگمگا جاتے ہیں پھر بھی خدا کی وہ آواز جو مرزا غلام احمد کی زبان سے بلند ہوئی تھی۔ وہ اب زیادہ سے زیادہ دنیا میں اپنی گونج پیدا کرتی چلی جارہی ہے اور دشمن بھی محسوس کر رہا ہے کہ یہ الفاظ رائگاں جانے والے نہیں۔ خدا تعالےٰ نے اسکے زور آور حملے بڑے زور سے ظاہر ہوئے اور اس رنگ میں ظاہر ہوئے کہ ہماری حالت پر ہنسنے والا دشمن بھی اب مرعوب ہوتا چلا جارہا ہے اُسے خدا کی آواز جو

ایک گمنام بستی سے

بلند ہوئی تھی۔ دنیا کے کناروں تک پھیلتی ہوئی سنائی دے رہی ہے وہ پھٹی ہوئی آنکھوں اور اُترے ہوئے چہرہ کے ساتھ ہمیں دیکھ رہا ہے اور محسوس کر رہا ہے کہ یہ آواز اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتی ہے مگر یہ نور اُسے کن چہروں سے نظر آیا۔ اُن چہروں سے جو مرزا غلام احمد جیسی نورانیت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اُن لوگوں سے جو مرزا غلام احمد جیسی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے پس آج کا دشمن پہلے دشمن سے بہت زیادہ ہوشیار ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ان حالات کو اپنے سامنے رکھ کر ان کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔

غرض ہمارے کام کی نوعیت اسکی اہمیت اور ہمارے راستہ میں پیش آنیوالی مشکلات کا افرادی اور زیادتی بلکہ بے انتہا افرادانی اور زیادتی ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم بڑے غور اور فکر اور سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل پر غور کریں اور ایک مخلص دیانتدار اور قربانی و ایثار کی روح رکھنے والے انسان کی طرح ہم میں سے ہر شخص یہ فیصلہ کرلے کہ سلسلہ کی اشاعت کے لئے اگر مجھے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو مجھے اس کی قربانی سے دریغ نہیں ہو گا۔ ایسے دل اور ایسے عزم کے ساتھ ہماری جماعت کے افراد کو آگے بڑھنا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

سماجی اصلاح کیلئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و اسوۂ حسنہ

از مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ متعیم دہلی

تمہید

کسی معاشرہ کی سود و بہبود اور ہموار بود و باش کے لئے مسلمہ طور پر دو باتیں اساس کا حکم رکھتی ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ ان کے بغیر کسی سماج کی صحت مند تعمیر ممکن نہیں۔ ان میں سے اگر کوئی بھی نظرانداز ہو جائے۔ تو انسانی معاشرہ جنگلی جانوروں کا ریوڑ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور ماں باپ بہن بھائی، نیک و بد، اپنا پرایا، دوست دشمن اور قانون قاعدہ وغیرہ یہ لفظ بے معنی اور سارا سماج قالب بے جان بن جاتا ہے۔ چنانچہ جس کی دیدہ دلیری اور بے باکی کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنے خالق و مالک تک کو خاطر میں نہ لائے تو اس سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ اپنے بنی نوع کا پاس کرے گا اور جو اس قدر کم ظرف اور سفلہ ہو۔ کہ احسان فراموشی اور ناشکرگذاری کا بیٹا ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ ان دیکھے خدا کے من و احسان کا اعتراف کرے۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ کی سچائی پر آنحضرت صلعم کی یہ حدیث بھی گواہ ہے کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو شخص لوگوں کا شکرگذار نہیں ہوتا وہ اللہ تعالےٰ کا شکرگذار بھی نہیں ہو سکتا۔

اس مختصر مگر نہایت ضروری تمہید کے بعد اگر زمانۂ جاہلیت پہ نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس وقت سارا انسانی معاشرہ بالخصوص جزیرۂ عرب کے باشندے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی قدروں سے قطعی بے نیاز اور بے بہرہ تھے۔ مولانا حالی نے ان دونوں پہلوؤں کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا:-

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

پھر فرمایا:-

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

غرض جزیرۂ عرب اور اس کے باشندوں کی حالت لفظ بہ لفظ ایسی تھی کہ ع
وہ تھا ایک ہندو بتوں کا گروہ

توحید

جزیرۂ عرب پہ چھائی ہوئی خوفناک تاریکی کا یہ عالم تھا جس کا سرکار نقشہ اوپر کھینچا گیا کہ اچانک نور کا تڑکا ہوا، اور انقلاب بداماں' حاشر دماحی رسول اکرم صلعم کی اصلاحی آواز بلند ہوئی جس کی گونج سے غفلت کے لحافوں میں سوئے ہوئے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے، مولانا حالی نے اس ندائے حق کا ترجمہ یوں کیا ہے:-

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

یہ آواز نہ تھی، صور اسرافیل تھا کہ ع
سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا، مردے جی اُٹھے

اور وہ جو بدترین خلائق تھے بہترین خلائق ہو گئے اور بت پرستی سے تائب ہو کر خدائے واحد و یگانہ کے پرستار بن گئے۔ مخلوق خدا دوزخ کے سارے پیکر بیجبر تو ڈالے ان کا سارا وحشیانہ پن جاتا رہا اور دیکھتے ہی دیکھتے حیوان سے انسان، بلکہ باخدا، بلکہ خدا نما انسان بن گئے۔ غرض ایسی کایا کلپ ہوئی کہ آج حقوق اللہ کی نگہداشت اور احکام الٰہی کی پاسداری میں ان کا جواب نہیں۔ بڑے بڑے جابرہ، قیاصرہ اور اکاسرہ ان سے ٹکر لئے مگر انہیں ذرہ بھر مرعوب نہ کر سکے، انہیں پرواہ تھی تو رضائے الٰہی کی اور ڈر تھا تو قہر خداوندی کا اور گر نہ سب ہیچ۔

خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ ہُبل وصفا، لات ومنات اور عزّیٰ و نائلہ کی عملداری موقوف ہو گئی۔ اور ہر جگہ اور مکان پہ پرچم توحید لہرانے لگا۔

کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اتنا بڑا انقلاب مفت میں برپا ہو گیا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس راہ میں بانی اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درمے، سخنے، قدمے، جانی و طفلے غرض ہر قسم کی قربانی دینا پڑی تب جا کر نخل توحید پہ وان چڑھا، اس راہ میں یہ پاکباز بھیڑ بکری کی طرح ذبح کئے گئے اور گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے۔ مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔

خود بانی اسلام صلعم کو اس مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے ہر وقت سربکف رہنا پڑا۔ چنانچہ ایک مرتبہ قریش مکہ ننگی تلواروں کے ساتھ کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر لیا تا آپؐ کو قتل کر دیا جائے۔ مگر آپؐ توکل بر خدا ان کے بیچوں بیچ ہوئے نکل گئے اور کوئی آپؐ سے تعرض نہ کر سکا

ایک مرتبہ جبکہ حضور صلعم اپنے یار غار کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزین تھے اور مکہ کے شکاری، آپ کے کھوج میں غار کے دہانے تک آپہنچے۔ اور ابوبکرؓ نہ گھبرائے تو حضورؐ نے بڑی دلجمعی اور یقین کے ساتھ فرمایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔

جنگ بدر کے موقعہ پر جبکہ ایک طرف نہتے، ناتجربہ کار اور قلیل التعداد صحابہؓ اور دوسری طرف قریش مکہ کا مسلح لشکر نبرد آزما تھا تو حضورؐ نہایت دلسوزی کے ساتھ یہ دعا کر رہے تھے۔ اللّٰھم ان اھلکت ھٰذہ العصابۃ لن تعبد فی الارض ابدا۔ اے مولا اگر آج یہ مٹھی بھر فرزندان توحید کھیت رہے تو پھر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

غرض آنحضرت صلعم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آپؐ کے ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کا شاندار نمونہ ہے۔

مساوات

عرب میں خاندانی فخر و مباہات اور نسلی امتیازات کا بت بھی ایک سنگ گراں تھا۔ اور عرب ہی کیوں، دنیا کا کوئی زاویہ بھی اس بُت کی فرمانروائی سے آزاد نہیں۔ چنانچہ "پدرم سلطان بود" کی مضحکہ خیز تعلّی ہر جگہ سنی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ہندوستانی بھی سچا ر مددوں میں بٹا ہوا ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمان بھی نسل و قوم اور ذات پات کی اونچ نیچ کا شکار ہے چنانچہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:-

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

غرض نسب فروشی ایک خوفناک قومی عیب ہے۔ جس سے غرور و تکبر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ اور خاندانی فخر و مباہات کا یہ بت بظاہری مورتیوں سے کہیں بڑھکر انسانیت کا راہزن ہے۔

اسلام نے منجملہ اور بتوں کے اس کو بھی توڑ ڈالا۔ اور فرمایا کہ حسب نسب پر اترانا بیکار ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم، اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہی معزز ترین ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ نیز رسول مقبول صلعم نے فرمایا۔ لافضل لعربی علی العجمی الا بالتقوٰی، یعنی تقوےٰ کے بغیر کوئی کسی سے افضل نہیں۔ پھر فرمایا۔ الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب، یعنی تمام لوگ ابنائے آدم ہیں۔ اور آدم نے مٹی سے جنم لیا تھا اس لئے اصلیت کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔

یہ تو تھی اسلام، بانیٔ اسلام کی تعلیم و تلقین، عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ دیکھا جائے تو اس کی شان ہی نرالی ہے حضور صلعم نے اپنے غلام زید کو آزاد کر کے بیٹوں کی طرح چاہا، اسے اپنے خاندان خاص میں اپنی پھوپھی زاد سے بیاہا، پھر اسامہ بن زید کو اپنے نواسوں کی طرح پیار کیا۔ اور ایک ایسے اسلامی لشکر عظیم کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ جس میں صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور حیدر کرارؓ جیسے اصحاب کبار شامل تھے۔ اور یہ اسلام و بانیٔ اسلام ہی کا معجزہ تھا کہ جب سلمان فارسیؓ سے باپ کا نام پوچھا گیا تو آپ نے بے تکلف جواب دیا۔ سلمان بن اسلام۔ خود حضورؐ نے فرمایا کہ سلمان میرے اہل بیت سے ہے۔ بلالؓ حبشی کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آنحضرت صلعم اکثر آپ سے فرمایا کرتے تھے۔ ارحنا یا بلال، اے بلال ہمیں راحت پہنچایئے۔ چنانچہ ان کو بطور خاص اپنا مؤذن مقرر کر رکھا تھا۔ پھر جب فاروق اعظمؓ کی نماز جنازہ کی صف بندی ہوئی تو ہزاروں قریشی اور ہاشمی مقتدی تھے اور صہیب رومیؓ امام۔

سالم بن عبد اللہ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر فقہائے تابعین کی صف اول میں ہیں۔ حالانکہ دونوں لونڈیوں کے بطن سے تھے امام حسن بصری ائمہ تابعین کے سرخیل اور اصحاب طریقت کے پیشوا ہیں۔ آپ ایک غلام زادہ تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ بنو تیم کے موالی میں سے تھے۔ مشہور محدث محمد بن سیرین اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے باپ سیرین اور ماں صفیہ دونوں مملوک تھے۔ مگر اتنے شاندار مملوک کہ ان کی شادی کے موقعہ پر تین امہات المومنین نے مل کر صفیہ کو دلہن بنایا تھا۔ اور سیرین کا نکاح ایک جلیل القدر صحابی ابی بن کعب نے پڑھایا تھا۔

امام مالکؒ کے استاد نافع رح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے غلام تھے۔ ابو عبد الرحمٰن بن عبد اللہ جو اکابر مجتہدین میں تھے مبارک نامی غلام کے بیٹے تھے۔ عکرمہ جو آئمہ مفسرین میں ہیں خود غلام تھے۔ مشہور صاحب سیرت محمد بن اسحاق کے دادا یسار معرکۂ عین التمر میں غلام بنائے گئے تھے۔ مکہ کے امام المحدثین عطاء بن رباح۔ یمن کے امام طاؤس بن کیسان، مصر کے امام یزید بن حبیب شام کے مکحول، الجزیرہ کے امام میمون بن مہران خراسان کے

امام ضحاک اور کوفہ کے امام ابراہیم سب غلام تھے۔

بلال حبشی کو حضرت عمرؓ نے سیدنا بلال کہا۔ اور سالم جو حذیفہ کے غلام تھے ان کا مقام و مرتبہ اس سے ظاہر ہے کہ فاروق اعظم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو میں اپنے بعد ان کو خلیفہ نامزد کرتا۔
پھر قطب الدین ایبک ۔ شمس الدین التمش اور غیاث الدین بلبن سب غلام تھے۔ محمود غزنوی ایک ترکی غلام تھا۔ مصر پر ایک عرصہ تک ممالیک حکومت کرتے رہے۔
غرض اسلام اور بانیٔ اسلام کی نگاہ نسلی تعصبات سے ہمیشہ پاک رہی اور ذاتی کردار، تقویٰ طہارت اور فضل و کمال کو مرتبوں میں تولتی رہی ہے ؎

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

الغرض اس برابری اور مساوات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

دُختر کُشی

حضرت رسول اکرم صلعم کے ظہور پُر نور کے وقت عرب معاشرہ حقوق نسواں کے بارہ میں حد درجہ بیداد گر واقع ہوا تھا۔ نوزائیدہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا غیرت و حمیت کا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا تھا۔ مولانا حالی نے خوب نقشہ کھینچا ہے۔ فرمایا:-

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اسکو جاکر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

ان نازک حالات میں حضرت رسول کریم صلعم نے حقوق نسواں کے تحفظ کا بیڑا اٹھایا اور قرآن کریم نے يهب لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء الذكور کا اعلان کر کے نو مولود نر و مادہ کو خدائی موہبت قرار دے دیا۔ پھر ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف کا فیصلہ دے کر شادی شدہ عورت کے ازدواجی حقوق کو پامالی سے بچا لیا۔ اور پھر حسن معاشرت کی یوں تلقین فرمائی کہ خیرکم خیرکم لاهله وانا خيركم لاهلي نیز الجنة تحت اقدام الامهات فرما کر جنت کی کنجیاں ماں کو سونپ دیں اور اس طرح زندگی کے ہر مرحلہ پر صنف نازک کے حقوق کی گارنٹی دی۔
اس تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ حضور صلعم کا عملی نمونہ اور اسوۂ حسنہ بھی مشعل راہ ہے۔ جبکہ عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور

کرنے کا دستور تھا۔ آپ نے فرمایا "الا ان فاطمة بضعة منی من اغضبها فقد اغضبنی" کان کھول کر سن لو کہ میری بیٹی فاطمہ میری جگر پارہ ہے اور اس کی ناراضگی گویا میری ناراضگی ہے۔ آنحضرت صلعم کا سلوک اپنی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کے ساتھ بھی سبق آموز ہے۔ کہ آپ زمانہ نبوت میں انہیں دیکھ کر میری ماں میری ماں، کہہ کر ان کی پیشوائی کے لئے لپکتے ہیں۔ اور اپنے اموال و غنائم میں سے ان کے حسب خاطر ان کو دے دیتے ہیں۔ اور ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا حسن معاشرت تو اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے جذبات کی پاسداری، نیز دریات زندگی کی کفالت اور دلداری کے صدہا واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ جو چاہے پڑھ اور دیکھ سکتا ہے۔
غرض طبقۂ نسواں کی رعایت و حمایت ہی کا نتیجہ تھا کہ عورتیں دین و دنیا اور ہر شعبۂ زندگی میں مردوں کے دوش بدوش چلنے لگیں اور ان کی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔ اور کہاں تو لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا مایۂ ناز تھا اور یا پھر ان کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت اور پرورش میں مسابقت کا جذبہ کارفرما نظر آنے لگا۔ سچ ہے ؎

غذی الناس مذ قام النبی الجواریا

میخواری، قمار بازی، غارتگری اور زناکاری

بعثت نبوی کے وقت عرب معاشرہ بری طرح میخواری، قمار بازی، غارتگری اور زناکاری میں مبتلا تھا۔ مولانا حالی فرماتے ہیں:-

جُوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بُری تھی
بہت اس طرح ان کو گذری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

مزہ یہ کہ ان بدیوں پر انہیں ناز تھا۔ کثرت شراب نوشی شبانہ روز قمار بازی کھلے بندوں زناکاری اور آئے دن غارتگری میں گوئے سبقت لے جانے کا جنون تھا اور جو ان سیئات میں بازی لے جاتا تھا وہی قوم کا میر و قرار پاتا تھا۔
اس تیرہ و تار رات میں اچانک روشنی کی کرن پھوٹتی ہے اور بانی اسلام کا ظہور ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔ یعنی شراب اور ہر قسم کا جوا پلید ہے۔ یہ شیطانی کام ہے۔ اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ پھر فرمایا۔ ولا تقربوا الزنى انه كان فاحشة وساء سبيلا۔ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بے حیائی ہے اور تسکین جذبات کا بُرا راستہ ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ لاتعداد

شادیوں کے رواج کا سدباب کر کے حد بندی کی۔ رسم طلاق کو آئین و قانون کی پابندی میں جکڑا۔ ہوس پرستی کی بے لگامی کو لگام دی۔ انصر اخاك ظالما او مظلوما کہہ کر ظالم کا دست تعدی توڑا اور مظلوم کی دادرسی فرمائی۔ پھر الفتنة اشد من القتل کا حکم سنا کر لوٹ مار اور غارتگری کی جڑ کاٹی اور ملک میں امن و امان بحال فرمایا:-
اس زریں اور مؤثر تعلیم کے پہلو بہ پہلو اگر عملی نمونہ مطلوب ہو تو اسلامی اخوت بے نفسی، رواداری اور پاکبازی کی درخشاں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ چنانچہ حرمت خمر کا حکم سنتے ہی صحابہ کرامؓ نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے قمار بازی سے سچی توبہ کر لی۔ اور پاکدامنی اور حق پژوہی کا وہ معیار قائم کیا کہ ثمال الیتامی اور عصمة للارامل کے مقام پر جا فائز ہوئے۔
تاریخ بتلاتی ہے کہ ان پاکبازوں نے اپنے جنگی قیدیوں کو کھجوریں کھلائیں اور خود ان کی گٹھلیوں پر گذارہ کیا۔ ان کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ میدان کارزار میں زخموں سے چور چور ہیں۔ جاں بلب ہیں۔ پیاس کے مارے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ لیکن جب پانی ملا تو پہلو میں دم توڑنے والے مجاہد کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے تیسرے کی طرف اور اس نے چوتھے کی طرف اور پھر پانچویں، چھٹے اور ساتویں کی طرف۔ مگر جب ساقی نے دیکھا کہ ساتواں اللہ کو پیارا ہو گیا ہے تو وہ گھبرا کر چھٹے کی طرف لپکا، دیکھا کہ وہ بھی حوض کوثر پر پہونچ چکا ہے پانچویں کے پاس آیا تو وہ بھی دنیا سے منہ موڑ چکا تھا۔ وہ باری باری گھبرا گھبرا کر چوتھے، تیسرے، دوسرے اور پہلے کے پاس آیا۔ مگر سب کے سب اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار چکے تھے۔ يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة کی کس قدر شاندار عملی تفسیر ہے۔
خود آنحضرت صلعم اپنی بعثت سے پہلے "حلف الفضول" کے ممبر تھے۔ جس کی تنہا غرض یہ تھی کہ مظلوموں کی دادرسی کی جائے۔ بعثت کے بعد حضور صلعم نے بڑی تمنا کے ساتھ فرمایا کہ اگر آج حلف الفضول کے معاہدہ کا احیاء کیا جائے تو میں بصد شوق اس میں شامل ہونے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ یہی جذبہ تھا جس سے مجبور ہو کر ایک دفعہ ایک مظلوم کا حق دلوانے کے لئے حضور صلعم اپنے جانی دشمن ابوجہل کے مکان پر پہونچ گئے تھے۔ اور ابوجہل نے گھبرا کر فوراً ایک ایک پائی ادا کر دی تھی۔ سچ ہے ؎

وابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للارامل

احترام بزرگان

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے کل

امرء معجب بنفسه کہ ہر باپ اپنی بیٹی کو جنت کی حور سمجھتا ہے۔ مگر مزہ تو جب ہے کہ انسان دوسروں کی خوبیاں بھی دیکھ سکے ؎

حسن اپنا ہی نظر آیا تو کیا آیا نظر
غیر کا حسن جو دیکھے وہ نظر پیدا کر

لیکن عرب معاشرہ میں اس نظر کا کلی فقدان تھا۔ وہ عجب و کبر سے حیثیت کے قائل تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے تئیں عرب یعنی اظہار ما فی الضمیر پہ قادر اور باقی سارے جہان کو عجم یعنی گونگے کہتے تھے۔ اور حق تو یہ ہے کہ اغیار کی خوبیاں دیکھنے والی دوربین نگاہ ہر جگہ جنس نایاب تھی اور ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنے تئیں ابناء اللہ و احباءہ سمجھتے تھے۔ مشرکین مکہ اپنے تئیں آل رب درب خیال کرتے تھے۔ ہندو دھرم کی نظر بھی کوہ ہمالیہ سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتی تھی ان کے خیال میں بھی خدائی برکات ہندو ورش میں محدود ہیں۔
ان حالات میں اسلام کا نور چمکا اور دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ "رب العالمین" ہے۔ پھر فرمایا ان من امة الا خلا فيها نذير۔ نیز فرمایا۔ ولكل قوم هاد۔ پھر فرمایا۔ ولقد بعثنا فی كل امة رسولا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فیض نیض عام ہے۔ اس نے مخلوق و مخلوق کا امتیاز بھی روا نہیں رکھا۔ وہ سب کا خدا ہے۔ پس جس طرح اس نے ان کی ظاہری ضروریات کی بہم رسانی اپنے ذمے لے رکھی ہے اور اس میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔ اسی طرح سب کی روحانی غذا کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ اور ان کی ہدایت کے لئے ان میں اپنے رسول اور ہادی بھیجے گئے ہیں۔
اس تعلیم کے نتیجہ میں ایک سچا مسلمان اس امر کا پابند ہے کہ تمام بانیان مذاہب اور ہادیان اقوام کی سچائی پر ایمان لائے اور انہیں غیر سمجھنے کے بجائے اپنا یقین کرے۔ چنانچہ ایران کا زرتشت، چین کا کنفیوشس، ہندوستان کا رامچندر کرشن اور بدھ۔ غرض ہر قوم کا ہادی و رہبر اور مصلح مسلمانوں کا نبی اور رسول ہے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گذرے ہیں۔ اور مسلمان ان سب پر ایمان لاتے اور ان کو خدا کے فرستادے سمجھتے ہیں۔ اگر ان بانیان مذاہب میں سے کسی ایک ہادی کا بھی انکار کر دیا جائے تو لاکھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا جائے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں بڑی صفائی کے ساتھ مذکور ہے کہ امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل امن بالله وملئكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله کہ آنحضرت صلعم (باقی صفحہ ...)

مسلمانوں نے ہندوستان کو کیا دیا

از جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عامہ قادیان

اس میں شبہ نہیں کہ اسلامی حکومت کے زوال کے بعد انگریزوں نے اپنے تسلط کو ہندوستان میں قائم کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو بدنام کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ مسلمان بادشاہوں کے خلاف زہر آلود اور جھوٹا پراپیگنڈا کیا۔ اور اسلامی رواداری اور پاکیزہ تعلیمات کو نہایت مسخ شدہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسی طرح بعض متعصب اور تنگ نظر ہندو عیسائی مورخین اور مصنفین نے اہل اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور تقسیم ملک کے بعد تو بعض فرقہ وارانہ ذہنیت کے لوگوں کی طرف سے بہت شدت کے ساتھ اسلام کے درخشاں چہرے پر جھوٹ اور افترا کی گرد و غبار ڈالی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریرات اور کتب کی اشاعت سے نہ صرف یہ کہ ہمارے عظیم ملک کو کوئی تعمیری فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ بھارت کی دو بڑی قوموں (ہندو اور مسلمان) کے آپسی اتحاد اور جذبۂ محبت و رواداری کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ہماری آزاد جمہوریت کی بدنامی ہوتی ہے۔ اور ہمارے ملک کی غیر جانبدارانہ پالیسی کو کامیابی کے ساتھ چلانے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ پس ہر بہی خواہ ملک کا یہ فرض ہے کہ وہ ان تاریخی غلطیوں اور شبہات کو دور کرے جس سے بلا ضرورت مسلمانوں کی تذلیل ہوتی ہے اور دوسری اقوام کے دلوں میں ان کے متعلق معاندانہ جذبات ابھرتے ہیں۔

انصاف پسند محققین

یہ خوشی کا مقام ہے کہ باوجود ان نامساعد حالات کے ایسے انصاف پسند اور حقیقت نواز غیر مسلم مورخین اور محققین کی بھی کمی نہیں جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے زریں دور حکومت کو سراہا ہے۔ اور ان کی رواداری، عدل و انصاف اور وسیع المشربی کے بہت سے واقعات کو تاریخی کتب میں جمع کیا ہے۔ اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں کہ ان ہزاروں تاریخی واقعات اور حالات کو بیان کیا جائے جو اہل اسلام کی خوبیوں اور مناقب کے متعلق تواریخ ہندوستان میں بکھرے ہوئے ہیں۔ تاہم بعض حالات کا تذکرہ کر دینا مناسب ہے۔

قومی اتحاد

جس وقت اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی۔ اس وقت بھارت میں وحدت قومی کا فقدان تھا۔ اہل ہند کو اکٹھا کرنے کے لئے جو اشوک اور بدھ مت وغیرہ نے اشوک اور بعد میں ہرش کے زمانہ تک قائم کیا وہ ہرش کے بعد باقی نہ رہ سکا تھا اور مسلمانوں کے اقتدار سے پہلے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال تک ہمارا ملک وحدت قومی کی نعمت سے محروم اور چھوٹے چھوٹے راجواڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی آمد پر راجپوتوں کے تقریباً چھتیس خاندان ملک کے مختلف حصوں میں حکومت کر رہے تھے اور یہ خاندان اکثر ایک دوسرے کے ساتھ برسر پیکار رہتے تھے۔ یہ اہل اسلام کی ہی برکت تھی کہ ان کی آمد سے ملک کو وحدت قومی کے رشتہ میں پرونے کی کوشش شروع ہوئی۔ چنانچہ سلطان محمد غوری کے زمانہ سے یہ کام شروع ہوا۔ اور بعد کے بادشاہوں نے اس کی تکمیل کی۔

مذہبی تحریکات پر اثر

ہمارے ملک کے جنوبی علاقہ میں جو عظیم مذہبی تحریکیں بھگتی وغیرہ کے ناموں سے نویں صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک ظاہر ہوئیں وہ واضح طور پر اسلام کے نتیجہ میں تھیں۔ چنانچہ بارتھ اپنی کتاب ریلیجنز آف انڈیا میں لکھتا ہے:-

"خلافت اسلامیہ کے عرب ان سواحل پر سیاحوں کی حیثیت سے آئے تھے اور اپنے ہم مذہب افغانوں۔ ترکوں اور منگولوں سے رجزی تحیین کی حیثیت سے آئے ہم بہت پہلے ان علاقوں سے تجارت اور میل ملاپ کے تعلقات قائم کر چکے تھے اور یہی وہ علاقے ہیں جن میں نویں صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک وہ عظیم تحریکیں نمودار ہوئیں جو شنکر اچاریہ رامانج۔ انند تیرتھ اور بساوا کے نام سے منسوب ہیں۔"

ڈاکٹر تارا چند صاحب نے بھی اپنی مشہور کتاب اسلام کا اثر ہندی ثقافت پر میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے کہ ان تحریکوں کے عناصر واضح طور پر دین اسلام کے اثرات کا پتہ دیتے ہیں۔

پھر بعد کے زمانہ میں بانی سکھ مذہب شری گورو نانک صاحب نے جو تعلیم توحید الٰہی اور ذات باری تعالیٰ کے متعلق دی اور ذات پات اور اوہام پرستی ضعیف الاعتقادی اور رسوم پرستی کے خلاف جو آواز اٹھائی اس میں اسلامی تعلیم کی جھلک صاف طور پر نظر آتی ہے۔

ہمارے زمانہ میں برہمو سماج اور آریہ سماج کی تحریکیں بھی اسلام کے اثرات کے نتیجہ میں ہیں۔ کیشب چندر سین۔ راجہ رام موہن رائے اور سوامی دیانند سرسوتی نے جو وحدانیت کا اقرار کیا ہے اور بت پرستی کے خلاف تعلیم دی ہے۔ یہ اسلام کی ہی رہین منت ہے۔

مساوات کی بنیاد

یہ مذہب اسلام ہی ہے جس کی تعلیم وحدانیت کے نتیجہ میں مساوات انسانی کا شعور ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور منوسمرتی کے ورن آشرم (caste system) کے بند ڈھیلے ہوئے اور آج دستور ہند میں جو مساوات کی دفعات رکھی گئی ہیں یہ بھی اسلامی اثرات کی نمایاں طور پر غمازی کرتی ہیں۔ اور آئندہ ہندوستان میں بسنے والی مختلف اقوام و مذاہب کے اتحاد و یکجہتی کی بنیاد ہندوؤں کی پراچین تہذیب یا منوسمرتی یا پرانوں کی تعلیمات پر نہیں رکھی جا سکتی۔ بلکہ مذہب اسلام کی بابرکت تعلیم پر رکھی جا سکے گی۔ مشہور مصنف مسٹر گِب نے اپنی کتاب Whither Islam? میں عجب طور پر لکھا ہے کہ:-

"اسلام کے سامنے نسل انسانی کی خدمت کا ایک بڑا بھاری کام ہے۔ اس کے اندر وہ عظیم الشان روایات ہیں جو قوموں میں باہمی سمجھوتہ اور تعاون پیدا کر سکتی ہیں نسل انسانی کی مختلف اور متعدد قوموں کے اندر اتحاد پیدا کرنے میں جو کامیابی اسلام کو حاصل ہوئی ہے اس کی نظیر کسی دوسری جگہ نہیں پائی جاتی ... ... ہاں اسلام میں اب بھی یہ طاقت ہے کہ وہ قومیت اور روایات کے ایسے پراگندہ اجزا کو جو باہم ملنے کے قابل نظر نہیں آتے اکٹھا کر دے۔"

مذہب اسلام غیر ملکی نہیں

پس وہ لوگ جو ہمارے پیارے ملک کو سرسبز و شاداب اور بلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے عظیم الشان کامیابی اور ترقی کے خواہاں ہیں۔ وہ بجائے پراچین تہذیب کے نمونہ کو اختیار کرنے کے حقیقی اسلامی نظریہ اور تعلیم کو اپنائیں۔ اور جیسا کہ جناب پنڈت نہرو وزیر اعظم نے کہا ہے "ہندوستان کے کئی مذاہب نے ہندوستان میں ہی جنم لیا ہے۔ لیکن کچھ ایسے ہیں جیسے عیسائیت اور اسلام جنہوں نے ملک سے باہر جنم لیا ہے۔ لیکن یہ مذاہب بھی ہندوستان کے ہی بن چکے ہیں۔" (اخبار ٹریبون انبالہ ۲ نومبر ۱۹۵۵ء) مذہب اسلام کو جو عالمگیر ہدایت کا علمبردار ہے غیر ملکی نہ سمجھیں۔

بے شک موجودہ زمانہ میں اسلام کی طرف منسوب ہونے والی بعض تنظیمیں اور حکومتیں نسل انسانی کے اتحاد و مساوات کے منافی اقدام کرتی رہتی ہیں۔ لیکن ان کے حالات کی چھان بین کرنے سے یہ واضح ہوگا کہ ان کے علیحدگی پسندی کے رجحانات کے پس پشت مغربی نیشنلزم کا نظریہ یا محض تنگ نظری کے تعصب کا جذبہ کارفرما ہے نہ کہ حقیقی اسلام کا۔ اگر ہمارا نیا اور آزاد بھارت اس حقیقت کو سمجھ لے تو یقیناً مذہبی۔ لسانی۔ ذات پات اور گروہوں کے اختلافات کم سے کم ہوتے جائیں گے۔ اور اہل ملک کی تمام طاقتیں تعمیری کاموں میں صرف ہوں گی۔ اور ہمارے ملک کے بین الاقوامی خارجی تعلقات پر بھی اس کا بہترین اثر پڑے گا۔

رسوم ہنود میں تبدیلی

ہندوؤں کے پرسنل لا میں جو تبدیلیاں طلاق۔ عورتوں کے ورثہ۔ نکاح بیوگان و ستی وغیرہ رسوم و مسائل کے متعلق کی گئی ہیں۔ اور پراچین اصولوں کو دقیانوسی اور ناکافی سمجھ کر متروک کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کا ہی ردِ عمل ہے۔ گو ان میں سے بعض مسائل میں مقننین افراط و تفریط کی طرف جھک گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن زیادہ غور و فکر اور تجربہ کے بعد اسلامی اصولوں کی برتری انشاء اللہ زیادہ واضح طور پر سامنے آتی جائے گی۔

اچھوت ادھار

اچھوت ادھار کی جو تحریک مہاتما گاندھی نے ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کو اونچی جاتیوں کے قریب کرنے کے لئے کامیابی سے چلائی ہے۔ اس کے پس پشت بھی اسلامی مساوات کی تعلیم کے اثرات نمایاں ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے مشہور لیڈر چھوٹو رام فرماتے ہیں:-

"دنیا بھر کے مذاہب میں اسلام

ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تمام انسانوں کو مساوات کا درجہ دیتا ہے اور مذہبی میدان میں کسی کو چھوٹا بڑا نہیں سمجھتا۔ اور اسلام نے ہی اچھوتوں کے سوال پر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنا اثر ڈالا ہے۔"

(تقریر کونسل ۱۹۳۲ء)

آج "دستور ہند" میں پسماندہ اقوام کے حقوق کا جو خاص تحفظ کیا گیا ہے۔ یہ یقیناً اسلامی مساوات کا ہی انعکاس ہے۔

اسلامی عمارتیں

ہمارے بھارت کے طول و عرض میں اسلامی عہد کی عمارتیں اور باغات آج بھی ملک کے جوبن کا باعث ہیں اور لاکھوں کروڑوں اہل وطن اور غیر ملکی ان کو دیکھ کر ملک کی عظمت رفتہ کی یاد کو تازہ کرتے رہتے ہیں۔ تاج محل، قطب مینار۔ شالامار باغ۔ نشاط باغ۔ باغ چشمہ شاہی (کشمیر) لال قلعہ، جامع مسجد دہلی۔ تاج آگرہ۔ مقبرہ ہمایوں دہلی۔ مقبرہ اکبر سکندرہ فتح پور سیکری کے محلات و مساجد مقبرہ شیر شاہ سہسرام، مقبرہ حیدر علی و سلطان ٹیپو میسور۔ چار مینار حیدرآباد وغیرہ ہزارہا دیدہ زیب عمارتیں اور باغات اپنے عظیم الشان بانیوں کی یاد دلاتے ہیں۔

ہندوستانی زبانیں

زبان کے اعتبار سے مسلمانوں کا اثر ہندوستان کے ہر علاقہ میں نمایاں ہے سندی زبان جو آجکل راشٹر بھاشا ہے اس کی موجودہ شکل بھی مسلمانوں کے عہد میں بنی اور اردو یا ہندوستانی کا تانا بانا تو سب کا سب عہد اسلامی میں تیار ہوا۔ اور یہ مسلمانوں کا بہترین ثقافتی تحفہ ہے جو اہل ہند کو ملا۔ ہندوستان کی دوسری زبانیں مثلاً کشمیری۔ پنجابی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ سندھی۔ ملتانی۔ پشتو۔ گجراتی وغیرہ بھی فارسی اور عربی کے نمایاں اثرات کو لئے ہوئے ہیں۔

کاغذ مسلمان لائے

کاغذ سب سے پہلے مسلمان ہی ہندوستان میں لائے۔ اس سے پہلے ہمارے ملک میں "بھوج پتر" رائج تھا۔ فن خطاطی اور مصوری کے اعلیٰ معیار کے نمونے اسلامی عہد میں پیدا ہوئے۔

اسلامی کھانے

دسترخوان پر کھانا کھانے کا رواج بھی مسلمانوں کے ذریعہ قائم ہوا۔ ان سے پہلے اردی یا دوسرے پتوں پر لوگ کھانا کھاتے تھے۔ بہت سے لذیذ کھانے اور مٹھائیاں، گوشت، کباب، پلاؤ۔ گوشتابہ۔ خمیری روٹی۔ پراٹھا، حلوا۔ بالوشاہی۔ خستے۔ نکتیاں۔ برفی قلاقند۔ گلاب جامن وغیرہ اور آبدار دانے۔ صراحی اور آبخورے مسلمانوں کے عمدہ مذاق کی نشاندہی کرتے ہیں*

اسلامی لباس

ہندوستانی لباس پر بھی مسلمانوں نے نہایت نمایاں اثر ڈالا ہے۔ ٹوپی، کلاہ شیروانی۔ قمیص، تنگ جہری کا پاجامہ وغیرہ مسلمانوں کے ذریعہ ہی ملک میں رائج ہوئے۔ آج ہماری حکومت نے جو لباس خاص طور پر ملکی قرار دیا ہے اور جو ہمارے وزراء و سفراء خاص طور پر وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو زیب تن کرتے ہیں۔ یعنی اچکن اور تنگ پاجامہ یہ اسلامی عہد ہی کی یادگار ہے۔

حرف آخر

مندرجہ بالا سطور میں چند باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کے ورود ہندوستان کے بعد اہل ہند کو حاصل ہوئیں۔ اسی طرح باہمی اختلاط سے بعض باتوں میں مسلمانوں نے بھی اہل ہند کی بعض رسوم کا اثر قبول کیا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ملکی اتحاد کی خاطر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش اور باہمی قدر شناسی اور قدر افزائی کا جذبہ پیدا کریں۔ تاکہ ہمارا وجود ملک کے لئے مفید اور بابرکت ہو سکے۔ دوسری قوم یا افراد کی نقطہ چینی اور خوردہ گیری سے سوائے پھوٹ اور باہمی عناد کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں سوچنے اور کام کرنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

---

*۔ ہندوستان میں لاکھوں من قلمی شورہ موجود تھا لیکن وہ باوجود شدت گرمی کے ٹھنڈے پانی کی نعمت سے محروم تھے۔ یہ مسلمانوں ہی کی برکت تھی کہ انہوں نے اس بیکار اور ناکارہ سمجھی جانے والی چیز کو پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے استعمال کرنا اہل ہند کو سکھایا۔ اور یہ مادہ زلال کروڑوں تشنہ لبوں کے لیے باعث تسکین ہوا۔

قافلے جاتے جو سوئے قادیاں دیکھا کئے

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

(۱)

قافلے جاتے جو سوئے قادیاں دیکھا کئے
ہم بڑی حسرت سے راہِ کارواں دیکھا کئے

جلسۂ سالانہ پر ہم مہدئ موعود کو
نورِ دیں۔ فضلِ عمر۔ جلوہ کناں دیکھا کئے

ہائے وہ ایام جن میں ذرہ ہائے قادیاں
طور کی مانند نور افشاں وہاں دیکھا کئے

لوگ کہتے ہیں کہ بعد از مرگ پائیں گے بہشت
ہم تو جیتے جی وہاں باغِ جناں دیکھا کئے

ہم گواہی دیتے ہیں عہدِ سعادت مہد میں
نورِ دینِ اسلام مجسم و زباں دیکھا کئے

دوستو آگے بڑھو وہ منزلِ دلدار ہے
پاشکستہ دور ہی سے یہ سماں دیکھا کئے

ٹالتے رہتے ہیں کل پر جو نکو اعمال کو
فیل ان کو ہم بوقتِ امتحاں دیکھا کئے

نیک تحریکوں کا اک پل بھی جو جو ضائع کریں
ان کو ہم اسلام کی روح رواں دیکھا کئے

اپنے احمد کی مسیحائی کی شانیں دیکھئے
ہم جنہیں لٹے کبھا یوں وال بالعیاں دیکھا کئے

اندھے بینا۔ بہرے شنوا۔ مردے زندہ ہو گئے
گنگ کو اہلِ زباں، لولے دواں دیکھا کئے

اکملِ مہجور کی ہے التجا احباب سے
جمع ہو کر وہ دکھاؤ ہم جو نشاں دیکھا کئے

---

(۲)

پیغام اکمل

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

مقبرہ میں شوق سے جب جاؤ نو از راہِ نیاز
اِک طواف ذوق کرنا گرد اس دربار کے

عرض کرنا اکمل مہجور بھی قربان ہے
اِس حریم قدس اس دربار پُر انوار کے

صد ہزاراں رحمتیں نازل ہوں ہر دم آپ پر
آپ ہیں آقا غلام[1] احمد مختار کے

اس سیہ کار زمن پر اک نگاہ لطف ہو
تا کسی دن ہو سکے قابل وہ بزم یار کے

---

[1] غلام احمد مختار سے مراد خاکسار اکمل ہے یعنی میرے آقا۔ ۱۲

زبذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد ٭ خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا
بہ مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ ٭ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا
(حضرت مسیح موعودؑ)

موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے احیائے دین اور تبلیغ اسلام کا جو عظیم الشان کام ہمارے سپرد ہوا ہے اس کے لئے جہاں کام کرنے والے مستعد اور جاں نثاروں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کر کے پیغامِ حق کو اکنافِ عالم میں پہنچا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا دوں گا" کو پورا کرنے والے بنیں۔ وہاں مالی قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے مخلصین کا ایثار خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مادیت پرستی کے اس دور میں جبکہ مال و دولت کی محبت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور دنیا والے اسے اپنا مقصدِ حیات سمجھتے ہیں مالی خدمت کو دین کا نصف حصہ قرار دیا جا سکتا ہے

مالی تحریک کی اہمیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں بھی اعمال صالح کی تلقین فرمائی ہے۔ وہاں قریباً ہر مقام پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ دونوں کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کی تعریف میں فرماتا ہے الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون یعنی متقی وہ ہیں جو ایک طرف تو خدا کی محبت میں اس کی عبادت بجا لاتے ہیں اور دوسری طرف اپنے خداداد رزق سے دین کی خدمت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کرام رضؓ نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاں اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عدیم المثال قربانیاں کیں وہاں ہر ضرورت کے موقع پر آنحضرت صلعم کے ادنیٰ اشارہ پر مالی قربانیوں کا بھی ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جو ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ انہوں نے قربانی کے ہر موقع کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہوئے بشاشتِ قلبی کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی اور اپنے عمل سے اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔ ان قربانیوں کے نتائج میں اللہ تعالیٰ نے ایک قلیل عرصہ میں غیر معمولی ترقیات عطا فرما کر اسلام کے لئے غلبہ اور سرفرازی کے اسباب پیدا فرمائے اور عرب کے بادیہ نشینوں کو دین و دنیا کا آقا بنا دیا۔

چونکہ خدا تعالیٰ کی حکیمانہ قدرت کے ماتحت اسباب و علل کا سلسلہ جاری ہے اور ہر کام کو چلانے کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور موجودہ دور میں جبکہ حق و صداقت کے مقابلہ پر دجالی طاقتیں وسیع ذرائع اور بے انتہا ساز و سامان کے ساتھ آراستہ ہو کر برسرِ پیکار ہیں۔ اس لئے دین کی مدافعت اور سربلندی کے لئے قربانی کی ضرورت اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں متعدد مالی تحریکات جاری فرمائیں اور سلسلہ کی مختلف ضروریات کے لئے احباب جماعت کو چندوں میں باقاعدگی سے حصہ لینے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ قربانیوں کی اہمیت کے متعلق حضور علیہ السلام کے ارشادات کے چند ایک اقتباسات ذیل میں دوستوں کی توجہ کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں۔ فرمایا:

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا...... یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔"

"جو کوئی میری موجودگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد کرے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے...... یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے...... اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثواب حاصل کرنے اور امتحان میں صادق نکلنے کا یہ موقع دیا ہے مال سے محبت مت کرو کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔"

پھر فرمایا:

"میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔"

وصیت کا مالی نظام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۵ء میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اسلام اور احمدیت کے غلبہ اور جماعت کی مستقل ترقی کے دن کو قریب سے قریب تر کرنے کے لئے وصیت کی تحریک کے ذریعہ سے ایک عظیم الشان مالی نظام کی بنیاد ڈالی۔ تا اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہونے والے مخلصین وقت کے تقاضوں کے مطابق اعلیٰ معیار پر مسلسل خدمت دین کا حق ادا کر سکیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دنیا میں ہی جنت کی بشارت حاصل کر سکیں اور تبلیغ اسلام کا کام وسعت اختیار کر کے تمام دنیا پر محیط ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی بھولی بھٹکی مخلوق ایک دفعہ پھر اپنے مالک حقیقی کے آستانہ پر جھک سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ اور حضور کی تربیت کے نتیجہ میں مخلص

تحریک جدید

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

تیرا دسترخوان درویشوں کا دسترخوان ہے
زندگی سادہ رہے محمود کا فرمان ہے
میرا مال و جان سب اسلام پر قربان ہے
ایک ہی سالن سے کھانا احمدی ایمان ہے

تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضور کو مخلص جاں نثاروں کی ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے قربانی اور ایثار کا اعلیٰ عملی نمونہ پیش کیا۔ اور حضور کے وصال کے بعد بھی جماعت میں قربانی کی روح نہ صرف زندہ رہی بلکہ اس میں بہت ترقی ہوئی اور باوجود اس کے کہ بیک وقت جماعت میں چندوں کی کئی تحریکیں جاری ہیں۔ مخلصین جماعت ہر تحریک میں خندہ پیشانی سے حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور کام کی وسعت کے ساتھ ساتھ سلسلہ کی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عہد خلافت میں ایک مضبوط تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ جملہ اخراجات کو پورا کرنے کا بندوبست کیا جاتا رہا اور علاوہ مستقل لازمی چندہ جات کے متعدد طوعی تحریکات کے ذریعہ سے سلسلہ کی ہنگامی اور وقتی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

خلافت ثانیہ میں مالی تحریکات

خلافت ثانیہ کا بابرکت زمانہ جماعت کی مالی قربانی، غیر معمولی ترقیات اور بنیادی استحکام کا ایک سنہری دور ہے۔ جس کی مثال شاید آئندہ مشکل سے ملے کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نہ صرف مصلح موعود، موعود خلیفہ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان میں نظیر ہیں۔ بلکہ آپ کے متعلق حضور علیہ السلام کی عظیم الشان بشارتیں ہیں۔ جو ایک ایک کر کے ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں اور آپ کی قیادت میں جماعت ایک بیج کی ابتدائی حیثیت سے نکل کر ایک تناور اور پھلدار درخت کی صورت میں تبدیل ہو چکی ہے اور آج جماعت کے مخالفین بھی اسے محسوس کرتے ہوئے حقیقت حال کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ ہر ایک مالی تحریک جو ہمارے پیارے امام نے جاری فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کے ساتھ وہ نمایاں کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچی اور جماعت کے غریب افراد نے ہمیشہ اپنے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو مستحضر رکھتے ہوئے اپنے ایمانوں کا عملی مظاہرہ کیا۔ گذشتہ قریباً پچاس سالہ دور کی مختلف مالی تحریکات اپنی اپنی جگہ پر اہم ہیں۔ اور ہر ایک پر سیر کن بحث کرنا ایک ایمان افزا حکایت ہے۔ لیکن اس مختصر مضمون میں طوالت کے خوف سے ان کی تفصیلات میں جانا ممکن نہیں تاہم ایک سرسری جائزہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سلسلہ کی ہر ضرورت اور امر کے لئے چندہ کی تحریک کے موقعہ پر احباب جماعت نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تعمیل کی۔ چنانچہ مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی تو دوستوں نے اس پر لبیک کیا اور عملی تعاون کا ثبوت دیا۔ اور یہ کام بطریق احسن پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ حضور کی توجہ اور تحریک کے نتیجہ میں صرف جماعت احمدیہ کی مستورات کے چندہ سے مراکز تثلیث یعنی لنڈن اور ہیگ میں مساجد احمدیہ کی تعمیر ہوئی۔ اور اس عظیم کام کے لئے جماعت کی مخلص عورتوں نے اپنے قیمتی زیورات تک پیش کرنے میں دریغ نہ کیا۔ منارۃ المسیح کی تکمیل کا کام اور تعلیم الاسلام کالج کے کثیر اخراجات کا انتظام حضور کی توجہ کا مرہون منت ہے۔ پھر غیر معمولی حالات میں حفاظت مرکز کے چندہ کی تحریک کے ماتحت آج جماعت کا اپنے رہائشی مکانوں اور دیگر جائدادوں کا سلسلہ کے لئے وقف کر دینا ایک ایسی قربانی کا مظاہرہ ہے۔ جو بغیر ملاوٹ ایمان کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح تقسیم ملک کے بعد جب جماعت کی اکثریت مرکز قادیان چھوڑنے پر مجبور ہوئی تو بے سر و سامانی کی حالت میں ایک قلیل عرصہ کے اندر پاکستان کے اندر ایک فعال مرکز "ربوہ" کا قیام عمل میں آنا اور لاکھوں روپے صرف کر کے وہاں مرکزی دفاتر، مساجد اور دیگر اداروں کی پختہ عمارتوں کا تعمیر ہونا جماعت احمدیہ کی زندگی اور غیر معمولی مالی قربانی کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ جو بغیر خدا کی نصرت و تائید کے ممکن نہیں ہو سکتا۔

تحریک جدید کا مالی جہاد اور اس کے نتائج

تحریک جدید کے مالی جہاد کے آغاز سے قبل اگرچہ بہت کچھ کام ہو رہا تھا اور ہندوستان کے مختلف حصوں کے علاوہ دنیا کے متعدد بیرونی ممالک میں بھی احمدیت کا پیغام پہنچایا جا چکا تھا۔ لیکن یہ کام اپنے وقت کے لحاظ سے محدود تھے۔ کیونکہ بیرونی ممالک میں تبلیغی ضروریات جماعت کے عام مالی وسائل کے مقابل پر بہت زیادہ تھیں اس لئے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کے انیس مطالبات پیش فرمائے۔ جن میں سے ایک مطالبہ مالی قربانی کا بھی ہے۔ حضور کے پیش فرمودہ مطالبات پر عمل پیرا ہو کر ایک غریب سے غریب احمدی بھی اپنے ذاتی اور خاندانی اخراجات میں کفایت کر کے سلسلہ کی ضروریات کے لئے کچھ نہ کچھ بچا سکتا ہے۔ ایک سادہ کھانا سادہ لباس" زیورات میں کمی، بیکاری سے بچنا، سینما کی ممانعت، اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا، حقیر سے حقیر کام کرنے میں عار نہ سمجھنا، خدمت خلق اور ایثار کرنا، رخصت کے ایام وقف کرنا، دینی کاموں کے لئے زندگی وقف کرنا اور بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے جاری رکھنے اور وسعت دینے کے لئے علیحدہ چندہ دینا اس مبارک تحریک کے اہم اصول ہیں۔

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نئے روحانی نظام کی تعمیر کے لئے خدائی الہام اور ارادہ کے ماتحت وصیت کے نظام کی بنیاد ڈالی اسی حکمت کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک جدید کو نظام وصیت کے لئے بطور ارہاص اور پیش رو کے جاری فرمایا تاکہ تبلیغ اسلام کے کاموں میں مدد ملے چنانچہ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ

"ہر وہ شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر وہ شخص جو نظام وصیت کو مدد دیتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہوگی بلکہ اسلام کی منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔"

۱۹۳۴ء کا سال جس میں حضور نے الٰہی منشاء کے ماتحت تحریک جدید کا آغاز فرمایا سلسلہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اس لحاظ سے بھی رکھتا ہے کہ اس سال جماعت کے مخالفین نے احرار کی سرکردگی میں اور حکومت کے بعض افسران کی پشت پناہی میں جماعت کو نقصان پہنچانے کی انتہائی کوشش کی اور قادیان میں احرار کانفرنس کے نام پر اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کر کے دار الامان میں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جماعت کو اپنے وعدوں کے مطابق محفوظ رکھا۔ اور دشمنوں کو ان کے ارادوں میں ناکام و نامراد رکھا۔ تحریک جدید کے پہلے سال کا مالی مطالبہ صرف ساڑھے ستائیس ہزار روپے تھا۔ لیکن جماعت کی قربانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس سال ایک لاکھ تین ہزار روپے کی آمد ہوئی۔ دوسرے سال وعدوں اور وصولی میں مزید دس ہزار روپے کا اضافہ ہوا۔ اور تیسرے سال کی وصولی ڈیڑھ لاکھ تک جا پہنچی اور ہر سال اس تحریک کی آمد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

پہلے دس سالوں کا دور ختم ہونے کے بعد اس تحریک کو انیس سالوں تک پھیلا دیا گیا۔ اور دس سالوں کے بعد شامل ہونے والے دفتر دوم کے مجاہدین کیلئے ۱۹ سالہ دور ختم ہونے پر حضور نے اس بابرکت مالی تحریک کو مستقل طور پر جاری رکھنے کا اعلان فرمایا اور آج ہم اس تحریک کے ستائیسویں سال سے گذر رہے ہیں۔ اور اس مالی قربانی کے نتیجہ میں دنیا کے اکثر ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ اور ہندوستان اور پاکستان میں کام کرنے والے سینکڑوں مبلغین کے علاوہ اس وقت صرف تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں تبلیغی فرائض سرانجام دینے والے مبلغین کی تعداد ایک سو تک پہنچ چکی ہے اور

غور سے سن لو

غور سے سن لو یہ ہے حکم امام
سادہ کھاؤ سادہ پہنو تم تمام
اپنے چندوں سے کرو دیں کی مدد
حامی و ناصر تمہارا ہوگا اللہ الصمد

(از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

مغربی ممالک میں عیسائی مشنریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو کر اسلام کے لئے ایک ایسی سازگار فضا تیار کی جا رہی ہے جو بالآخر احمدیت کے روحانی غلبہ اور فتح کا موجب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جماعت احمدیہ کی اس عظیم الشان مالی قربانی سے اب تک چودہ بیرونی ممالک میں تین سو کے قریب مساجد کی تعمیر کروائی جا چکی ہے۔ نیز دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا عظیم الشان کام بھی کیا جا رہا ہے تا روحانیت کی پیاسی دنیا میں اپنی پیغام پہونچ سکے۔ اور ان پر خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہو۔

وقفِ جدید

اندرون ملک میں تبلیغ کو مزید وسعت دینے اور جماعتوں کی تربیت کے کام کو بہتر بنانے کی غرض سے ۱۹۵۷ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے نام سے ایک نئی تحریک کا اجراء فرمایا۔ اس تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ایک طرف تو احباب کو زندگی وقف کرنے کی تاکید فرمائی اور دوسری طرف کم از کم چھ روپیہ سالانہ چندہ ادا کر کے ہر احمدی کے لئے اس میں شامل ہونے کی سہولت رکھی۔ چنانچہ ایک خاص انتظام کے ماتحت ہندوستان میں بھی یہ کام جاری ہے۔ جس کے نتیجہ میں اب تک بفضلہ تعالیٰ ایک سو نئے افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ وقف جدید کے ذرائع کی وسعت کے ساتھ ساتھ اس کام میں بھی توسیع کا پروگرام ممکن ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں اور ان کے غیر معمولی نیک نتائج کو دیکھنے سے یہ امر بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاص نصرت و تائید کا ہاتھ شامل حال ہو کر غلبۂ اسلام کی خدائی مشیت کو پورا کر رہا ہے ورنہ ہمارے سپرد کام کی اہمیت اور دنیا کے مادی سامانوں کے مقابل پر جماعت کے موجودہ ذرائع قطعاً بے حقیقت اور ناکافی ہیں۔ ہمیں یقین ہے خدا تعالیٰ کے وہ وعدے جو اس نے اپنے مسیح پاک سے فرمائے وہ یقیناً پورے ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو خدا کے منصوبوں کو پورا ہونے میں روک بن سکے لیکن خدائی تقدیر اور سنت کے مطابق درمیانی آزمائشوں اور وقتی امتحانوں کا آنا بھی ضروری ہے۔ اور جب امتحان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور پھر انعام دینے کے لئے آئے تو ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ پہلے سے بڑھ کر قربانی اور ہمت کا ثبوت دے کر خدا تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بنیں۔

وقت کا تقاضا اور مزید جد و جہد کی ضرورت

مجموعی طور پر اب تک جماعت احمدیہ نے مخلصانہ قربانیوں کا ایسا شاندار عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے باعث تقلید اور قابل فخر یادگار ثابت ہوگا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں اور یہ امر قابل افسوس ہے کہ بعض انفرادی مثالیں مالی لحاظ سے کوتاہی اور سستی کی پائی جاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسے افراد اپنی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے عذرات پر اپنا قدم آگے بڑھانے سے گریز نہ کریں کیونکہ جو قربانی مشکلات کے وقت میں تکلیف اٹھا کر کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں زیادہ مقبول اور بہتر اجر کی مستوجب ہوتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔"

حضور علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد کے پیش نظر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ "ایمان کی کم از کم علامت یہ ہے کہ جماعت کا ہر شخص وصیت کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" میں بالخصوص ہندوستان کے احمدی احباب سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت کی تعداد کے لحاظ سے موصی احباب کی نسبت ابھی بہت کم ہے لہٰذا ہر وہ شخص جو ابھی تک نظام وصیت میں شامل نہیں ہوسکا۔ چاہئے کہ اپنے اخلاص و ایمان کا ثبوت دیتے ہوئے جلد وصیت کرے۔ اور اپنی زندگی کو اسلام کا عملی نمونہ بنائے۔ اور مالی قربانی میں پہلے سے زیادہ باقاعدگی سے حصہ لے کر خدائی برکتوں سے ۔ ۔ ۔ پائے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے وعدے تو بہر حال پورے ہوں گے۔ صرف خدمت کا پورا حق ادا نہ کرنے والے اپنی بدقسمتی سے الٰہی فضلوں سے محروم رہیں گے۔

ہم میں سے ہر ایک جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے زمانہ کی قربانیوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی اس وقت میں پیدا ہو کر ان قربانیوں میں شامل ہوتا۔ اسی طرح ہم میں سے بہت ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا۔ ان کے دلوں میں بھی یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ کاش وہ بھی حضور علیہ السلام کے صحابہ میں شامل ہو کر اپنے اخلاص اور فدائیت کا ثبوت پیش کرتے۔ پس میں اپنے تمام احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ کا یہ بابرکت زمانہ ہے۔ جس کو حضور علیہ السلام نے حسن و احسان میں اپنا نظیر قرار دیا ہے وہ خدا کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور آپ کی ہدایت کے مطابق قربانیوں کے میدان میں اپنا قدم آگے بڑھائیں کہ یہ زمانہ پھر واپس نہیں آئے گا یہ وقت ہماری کوششوں کا اہم حصہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو یہ توفیق عطا فرمادے کہ ہم سلسلہ کی مالی ضرورت کا صحیح احساس اپنے اندر پیدا کر کے خدمت اسلام کے لئے ایک خاص ولولہ اور شوق کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین نمونہ پیش کرنے والے بنیں آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؛

"تازہ ہیں تیری ذات سے ماضی کی روایات"

نتیجۂ فکر جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے قادیان

۱۔ شامل نہ ہوں اعمال میں اگر نفس کے جذبات
ہے اُن کی جزا خاص، بلند اُن کے مقامات

۲۔ جو راہِ عمل منزلِ مقصود کو پہونچے
اُس راہ میں مطلوب ہیں درویش کی خدمات

۳۔ سنت کے مطابق تھا مقدر یہ زمانہ
کچھ اور بھی ہونے کو نمایاں ہیں نشانات

۴۔ تاریخِ رُسل تیرے مصائب کی ہے شاہد
تازہ ہیں تری ذات سے ماضی کی روایات

۵۔ ہے وقت یہ تیرے لئے اصلاحِ عمل کا
کرتے ہیں اشارہ تجھے بدلے ہوئے حالات

۶۔ کر صبر و سکوں سے تو رضا مولا کی حاصل
گردش میں ترے واسطے ہیں ارض و سماوات

۷۔ گر صدق و صفا سے دعاؤں میں ہو مشغول
ٹل جائیں گے سب رنج و غم و ظلمت و آفات

۸۔ کھل جائیگا خوشبوؤں سے تیرا پھول سا چہرہ
اُٹھ جائے گا نظروں سے تری پردہ ظلمات

۹۔ اے اہلِ وفا تم کو مبارک ہو یہ جلسہ
خوش بخت ہو تم جن کو میسر ہیں یہ اوقات

۱۰۔ احبابِ کرام بھول نہ جانا کبھی ہم کو
حاصل ہوں اگر خاص دعاؤں کے لمحات

روحانی انقلاب کی چار بنیادیں اور جماعت احمدیہ

از محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ربوہ

نبی اور رسول دنیا میں ایک روحانی انقلاب کے علمبردار ہوتے ہیں وہ بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کے لئے مامور ہو کر آتے ہیں۔ اس زمانہ کے سیاہ دل انسانوں کی بنجر زمین کو کشت روحانیت کا سرسبز و شاداب کرنا ان کا فرض ہوتا ہے۔ وہ جب آتے ہیں تو زمین فسق و فجور کا گہوارہ ہوتی ہے۔ انسانیت مظلوم اور انسانوں کی بستی ظلمت کدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین کو مشعل نور دیکر بھیجتا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں آب حیات ہوتا ہے۔ وہ زمین کو بقعۂ نور بنانے کے لئے آتے ہیں مردوں میں زندگی اور مظلوموں میں تشنگی اور مظلوموں میں تازگی پیدا کرنا ان کا کام ہوتا ہے۔

نبی کے ظہور کے آغاز میں اس کی شدید مخالفت ہوتی ہے۔ مگر اس کی قوت قدسیہ اور روحانی تاثیرات قلوب پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ لوگ اس شمع حقیقت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو جاتے ہیں۔ نبی کی تربیت میں آنے والے نئی روشنی میں اور نئی زندگی پاتے ہیں۔ اور انہیں آسمانی نور کا وارث کیا جاتا ہے۔ ان کی عادات اور اخلاق میں بہتر تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ اور ان کے معاملات نئی ڈگر پہ رواں دواں ہوتے ہیں۔ الغرض ان کے دن اور ان کی راتیں نئی ہو جاتی ہیں۔ اور وہ نئے انسان بن جاتے ہیں۔ اب ان کا جینا اور مرنا خدا کی خاطر ہوتا ہے۔ اور ان کی ساری مساعی بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ تب دنیا محسوس کرتی ہے کہ یہ نئے انسان ہیں اور یہ نیا معاشرہ ہے۔ تب ان کے دل اس نبی کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور ان کی زبانیں اس صداقت کا اعتراف کرتی ہیں پھر دنیا یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ دیکھتی ہے۔

روحانی انقلاب کی چار بنیادیں ہیں

اوّل - سرچشمۂ روحانیت نبی کا وجود

دوم - نبی کے لائے ہوئے عقائد صحیحہ سے دماغی اطمینان

سوم - ماحول میں روحانی انقلاب کا متقاضی اضطراب

چہارم - نبی کی تربیت میں آنے والے پیکر ایثار و قربانی مستعد افراد

اگر غور کیا جائے تو ہر روحانی انقلاب ان چار بنیادوں پر واقع ہوا ہے۔ انسانوں میں تبدیلی کی کتنی خواہش ہو - اور وہ روحانی انقلاب کے لئے کس قدر مضطرب ہوں - ماحول خواہ ماہی بے آب کی طرح بے قرار ہو - لیکن جب تک مرکز روحانیت یعنی نبی کا ظہور نہ ہو کوئی حقیقی روحانی انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا - نبی کی بعثت عقائد صحیحہ کا پیغام ہوتی ہے۔ جس کے دماغوں میں تسلی اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تربیت سے دلوں میں جذبات قربانی اپنے کمال پر پہنچتے ہیں۔ اور مستعد قلوب میں شعلۂ روحانیت فروزاں ہوتا ہے۔

آج جماعت احمدیہ ایک روحانی انقلاب کی داعی ہے۔ آج کا ماحول اس انقلاب کا تقاضا کر رہا ہے ساری قومیں اور سب اہل مذاہب ایک بہتر روحانی تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ موجودہ روحانی کیفیت پہ دلوں میں تسلی نہیں احمدیہ جماعت اس بات کا علمبردار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت قربانی اور ایثار کو اپنا شعار بنا کر دنیا کے کونے کونے تک اس پیغام زندگی کو پہنچانے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے نیک اور مستعد لوگوں کے دلوں میں تحریک کر رہے ہیں۔ اور دنیا میں دھیرے دھیرے روحانی انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ اب ہوائیں اسلام کی حمایت میں چل رہی ہیں اور دلوں کی خزاں موسم بہار سے بدل رہی ہے۔ وہ وقت قریب ہے جب زمین و آسمان بھی یہی راگ گائیں گے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؛

"کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح"

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ مَیں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہَوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زمانہ کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

تبصرہ

اصحاب احمد جلد ہفتم

مؤلفہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے

یہ ۲۵۶ صفحہ کی جلد حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ اور حضرت مولوی عبد اللہ صاحب بوتالوی حضرت چوہدری برکت علی صاحب گڑھ شنکری ہر سہ صحابہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات اور سیرت کے ایمان افروز واقعات حالات پر مشتمل ہے اس حصہ میں ۱۶۷ صفحات تو حضرت ماسٹر صاحب مرحوم و مغفور کی سیرت و سوانح پر مشتمل ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ روحانی وجود تھے جو رؤیا کشف اور الہام کی نعمت سے بھی مشرف کئے گئے۔ گویا سکھ قوم سے اسلام قبول کرنے کے بعد اسکے بلند مقصد کو پا گئے۔ اسی طرح کے دلچسپ اور ایمان افروز روح پرور واقعات و حالات دیگر دونوں صحابہ کی سیرت میں بھی تفصیلی طور پر ملتے ہیں: ہر سہ صحابہ کی سیرت میں جو چیز امتیازی طور پر قابل تقلید نمونہ نظر آتی ہے وہ خدمت دین کا جذبہ اور اس کا عملی نمونہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قیمت فی نسخہ قسم اول سوا تین روپیہ قسم دوم اڑہائی روپیہ۔ ملنے کا پتہ قادیان میں منیجر صاحب اصحاب احمد دار المسیح قادیان اور ربوہ میں احمدیہ بکڈپو

حالیہ آفاتِ سماوی و ارضی کی کثرت اور اُنکے وجوہ و اسباب

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر ۔۔ نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
تم سے غائب ہے مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی ۔۔ پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار

(المسیح الموعودؑ)

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

سائنس کی بے نظیر ترقی اور گردشِ روزگار

یہ زمانہ سائنس اور مادیت کی ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے ۔ انسان اپنے علوم و فنون کے بل بوتے پر خلاؤں اور فضاؤں پر اپنے اقتدار کا سکہ جمانے کی کوشش میں ہے وہ لوگ جو زمین پر امن و امان سے نہیں رہ سکے اب جلد سے جلد چاند تک پہنچ جانے میں مسابقت کر رہے ہیں ۔ سائنس کی بے نظیر ترقی اور شاندار ایجادات نے بعض مغرور انسانوں کو اتنا مختل کر دیا ہے کہ وہ خالق کائنات کی ہستی کے ہی منکر ہو رہے ہیں ۔ مگر اس کو گردشِ روزگار کہیئے یا عجیب اتفاق کہ اس سائنس و فلسفہ کی ترقی کے زمانہ میں آسمان و زمین سے ایسی آفات و مصائب کا نزول و ظہور ہو رہا ہے جن کی نظیر گذشتہ زمانہ میں بہت کم ملتی ہے ۔ ہر آنے والی مصیبت "قیامت خیز" اور "عالمگیر" کہلاتی ہے ۔ ابھی ایک مصیبت سے نجات نہیں ملتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے ۔ کائنات کے اسرار معلوم کر لینے کا مدعی اور سائنس کی ایجادات پر ناز کرنے والا انسان ان ارضی و سماوی آفات کے مقابلہ میں بالکل بیکس و بے بس نظر آتا ہے ۔ تب ان انقلابِ زلزلہ اور قہری تجلیات میں اس غافل انسان کو خدا یاد آنا بھی نظر آنے لگتا ہے ۔ اور زبانِ حال و قال سے کہتا ہے ؎

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ تواب ہے

حالیہ طوفان اور سیلاب کی تباہ کاریاں

دور کیوں جائیں سال رواں کے موسم برسات میں سندھ پاکستان کے مختلف حصوں خصوصاً صوبہ اڑیسہ میں سیلاب سے خطرناک جانی و مالی نقصانات ہوئے ہیں ۔ نیز ۲۴ اکتوبر کو دریائے گومتی میں غیر معمولی سیلاب کے نتیجہ میں شہر لکھنؤ کے بعض حصے جو نشیب میں واقع تھے ۔ اُن میں سیلاب کا پانی نہایت سُرعت کے ساتھ گھس آیا کہ آناً فاناً مکانات کے صحنوں میں پانی اس قدر بلندی پر آگیا کہ مکینوں کو مکانوں کی چھتوں پر پناہ لینے کے علاوہ اور کوئی جائے مفر نہ رہی ۔ اور تمام کا تمام علاقہ آن کی آن میں بے کسی اور بے بسی کی زندہ تصویر بن کر رہ گیا ۔ سیلاب زدہ علاقے جو شہر سے کٹ چکے تھے ۔ اُن تک سامان خور و نوش پہنچانے کے جملہ ذرائع مسدود ہو گئے ۔ اور ہوائی جہاز کے ذریعہ جو سامان اُن علاقوں پر پھینکا گیا ۔ اُس کا بیشتر حصہ پانی میں گر کر ضائع ہو گیا ۔ مکانات جو اُن کی زندگی کا سہارا تھے ۔ اُن کو بھی سیلاب نے کھنڈروں کی شکل میں تبدیل کر دیا ۔ مویشی اور جانور گرنے والے مکانوں کی دیواروں کے نیچے دب گئے ۔ ٹوٹے ہوئے مکانوں کے ملبہ پر لوگوں کے رونے کی آوازیں یہ نوحہ کر رہی تھیں ۔ کہ ہائے یہ علاقے بھی کبھی آباد تھے ۔ منظر اس قدر بھیانک تھا ۔ کہ عاد و ثمود کی تباہ شدہ بستیوں کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آیا ۔ اور حضرت نوح اور حضرت لوط کے زمانہ کے واقعات لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لئے سیلاب کیا تھا خدا کا ایک قہر تھا ۔

(ملخص اخبار بدر قادیان ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

مشرقی پاکستان میں ماہ اکتوبر میں ہی دو دفعہ خطرناک طوفان آیا ۔ جس کے نتیجہ میں ضلع نواکھلی اور اُس کے ملحقہ جزائر ۔ نیز چٹاگانگ اور اُس کے گرد و نواح میں ایک قیامت خیز تباہی آئی ۔ مشرقی پاکستان کے گورنر میجر جنرل اعظم خاں نے طوفان زدہ علاقوں کا دو دفعہ مرتبہ دورہ کرنے کے بعد بیان دیا ۔ کہ یہ اتنی بڑی مصیبت ہے کہ اس کی نظیر گذشتہ زمانوں میں کم ملتی ہے ۔ اس طوفانی تباہی سے گذشتہ ایام میں مراکش کے شہر اغادیر کی تباہی کی یاد تازہ ہو گئی ہے ۔ ان خطرناک طوفانوں کے نتیجہ میں اندازہ ہے کہ ۱۵ سے بیس ہزار کے درمیان انسان ہلاک اور قریباً ۱۰ لاکھ انسان بے گھر اور بے در ہو گئے ہیں ۔ کئی چھوٹے چھوٹے جہاز اور کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئے ہیں ۔ ذرائع رسل و رسائل کے منقطع ہونے کی وجہ سے ابھی معین اعداد و شمار پیش نہیں کئے جا سکتے طوفان کیا تھا ۔ ایک قیامت تھی ۔ جو مخلوقِ خدا پر نازل ہوئی ۔

(اخبار ہندو مدراس ۶ نومبر ۱۹۶۷ء)

لوگ ان تباہیوں اور مصیبتوں کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ مگر وہ غور نہیں کرتے کہ یہ خدائی عذاب متواتر کیوں آرہے ہیں ۔ اور ان سے نجات کا کیا ذریعہ ہے ۔ کیا خدائے رحیم و کریم ہم پر عذاب نازل کر کے خوش ہوتا ہے ؟

عذاب و زلازل

حقیقت یہ ہے کہ صحت و جوانی ۔ دولت و اقتدار بے فکری اور فارغ البالی انسان کو خود فراموش غافل اور کوتاہ اندیش بنا دیتی ہے ۔ اور وہ دنیا کے عیش و عشرت میں اتنا منہمک ہو جاتا ہے ۔ کہ روح کی بے تابیوں کو محسوس نہیں کرتا ۔ تب اُسے ایک ٹھوکر لگتی ہے نشہ اُترنا شروع ہوتا اور آنکھیں کھلنے لگتی ہیں ۔ اور اُس کی بے چین روح ایک نئی اور لازوال زندگی کی تلاش میں نظر آتی ہے ؎

ضربتے باید کہ جانِ خفتہ بے خیزد زخاک
نالہ کے بے زخمہ از تارِ رباب آید بروں

یہ ٹھوکر اور یہ چوٹ زلزلہ اور سیلاب کے بغیر ناممکن ہے ۔ اس ٹھوکر کے بعد ہی اُس کے اندر درد اور پھر روحانی بیداری شروع ہوتی ہے ۔ تب خدا کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اسے منزل مقصود کا راستہ ملتا ہے ۔ پس یہی حال قوموں کا ہوتا ہے وہ اپنے عروج میں طاقت کے نشہ میں سرشار ۔ مادی اسباب کو ہی خدا سمجھنے والی اور روحانی علوم کو توہمات قرار دینے والی ہوتی ہیں ۔ یہ دنیا اور اُس کا عیش و آرام اُن کا مقصود ہوتا ہے ۔ عاقبت و آخرت اُن کی نگاہ سے اوجھل ہوتی ہے ۔ تب یکایک زمین پھٹتی ہے پہاڑ ہلتے ہیں سمندر کی لہریں بلند ہوتی ہیں اور سیلاب کا پانی مکانوں میں گھستا ہے ۔ آبادیاں ویران ہیں ۔ اور مکانات کھنڈروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں ۔ زندوں کی جگہ مُردوں کے پشتے لگ جاتے ہیں ۔ ملک تباہ ہوتے اور سلطنتیں بدلتی ہیں ۔ تب ان ایام طلب اور غافل قوموں کی روح بیدار ہوتی ہے اور ایک سچی تڑپ تلاش حق کی ان کے اندر پیدا ہوتی ہے ۔ کیونکہ روحانی بیداری کے لئے درد کا پیدا ہونا لازمی ہے ۔ جس طرح جسمانی پیدائش سے پہلے دردِ زہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے اسی طرح روحانی پیدائش کے لئے یہ تکلیف و عذاب آتے ہیں ۔

عذاب کی غرض رجوع الی اللہ

پس جب لوگ بدیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو کر خدا سے دور چلے جاتے ہیں ۔ اور اپنی بداعمالی اور بدکرداری سے خدا کے غضب کو بڑھاتے ہیں ۔ تب خدا عذاب بھیجتا ہے ۔ تاکہ وہ گناہ و معصیت چھوڑ کر اپنے نفوس کی اصلاح کریں اور خدائے خالق و مالک کی طرف رجوع کریں غرضیکہ عذاب انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگیوں میں ایک زلزلہ اور ایک انقلاب برپا کرتا ہے ۔ اور خوابیدہ روحوں کو بیدار کر کے روحانی حقائق کو قبول کرنے کے لئے انہیں تیار کرتا ہے ۔ عذاب کے لفظی تہ میں "تعذب عذوبۃ" مٹھاس کا راز پوشیدہ ہے ۔ اور اس تلخی کے پیچھے ہی ایک شیرینی ہے جس سے سعید روحیں ہی لطف اندوز ہو سکتی ہیں ۔

عام حوادث اور عذاب الٰہی میں مابہ الامتیاز

اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ زلزلہ یا طوفان یہ سب طبعی اور مادی اسباب کا نتیجہ ہیں ۔ اس میں انسانی اعمال یا خدائی ناراضگی کا کیا دخل ہے ؟ جب ہم اس سوال کی روشنی میں حقائق اور واقعات عالم پر غور و فکر کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ

یہ ٹھیک ہے کہ زلزلہ اور طوفان وغیرہ میں طبعی و مادی اسباب کا بھی دخل ہے ۔ مگر کیا وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں غیر متوقع طور پر ان زلازل اور طوفانوں کی کثرت یا غیر معمولی شدت ہوتی ہے ۔ جبکہ ہم دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں ۔ کہ اسی وقت لوگوں کی اخلاقی و روحانی حالت بھی خطرناک طور پر بگڑی ہوئی ہوتی ہے ۔ معلوم ہوا کہ اس نقطہ کے بگڑنے اور عذاب کی شدت میں ایک گہرا تعلق ہے ۔ اور وہ یہی ہے کہ ان مادی و طبعی اسباب کے پیچھے ایک اور روحانی طاقت ہے ۔ جو خالق اسباب بھی ہے ۔ جسے وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کا اس سے کچھ تعلق ہے ۔ [illegible] پیچھے ایک [illegible] خالق اسباب [illegible] حقیقت یہ ہے کہ کوئی مصیبت آسمان سے نازل نہیں ہوتی جب تک کہ اُس کے اسباب زمین پر پیدا نہ

ہوں۔ تفضل اور رحمت کا کوئی دروازہ نہیں کھلتا جب تک زمین والے اپنے اندر مناسب حال تبدیلی و اصلاح پیدا نہ کریں . . . . [illegible] . . . . [illegible] . . . . . . [illegible] ۔ پس خدا کی طرف سے بعض اعمال سے ناراض ہوتا ہے اور اس کے اصلاح کی مشغلہ سے نتیجے میں چند مادی اسباب لیشکل طوفان و سیلاب وغیرہ ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور وہ خدا چونکہ علت العلل ہے۔ اس کا تعلق اس عالم سے رہی ہے۔ جو اس کی روح کا تعلق انسانی جسم سے ہے۔

۲۔ عام حوادث اور خدائی عذاب میں ایک مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ حوادث جن کے بارہ میں کسی مامور ربانی اور برگزیدہ خدا نے قبل از وقت خبر دی۔ اور لوگوں کو آگاہ و خبردار کیا۔ کہ اگر تم نے اصلاح نہ کی۔ تو یہ حوادث ظہور پذیر ہوں گے۔ اور بعد ازاں ایسا ہی ظہور ہوا۔ تو یہ حوادث "عذاب الٰہی" کہلائیں گے نہ کہ عام طبعی حوادث۔ پھر کبھی ایسے حوادث ظہور پذیر ہوں گے جن کا ظہور کبھی شدت اور کبھی وسعت کے لحاظ سے معمولی حوادث سے کسی قدر مختلف ہوگا۔ تو ایسے حوادث بھی "عذاب الٰہی" میں شمار ہوں گے۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مرحوم بھی منکرین انبیاء کی تباہی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"منکر و سرکش جماعتوں کی ہلاکت کے جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس نوعیت کے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے۔ قدرتی حوادث کا ظہور تھا۔ مثلاً زلزلہ، طوفان، سیلاب، آتش فشاں پھر انہیں مقررہ عذاب کیوں کہا گیا۔ اس لئے کہ گو ان کا ظہور قدرت کی عادی وجاری صورتوں میں ہی ہوا تھا لیکن اس لئے ہوا تھا کہ انکار و سرکشی کے نتائج لوگوں کے سامنے آجائیں اور پیغمبروں نے اُن کے ظہور کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ ضروری نہیں کہ ہر زلزلہ کسی گروہ کے لئے عذاب ہو۔ لیکن ہر وہ زلزلہ عذاب تھا جس کی کسی پیغمبر نے اتمام حجت کے بعد خبر دی تھی۔ اور جسے مشیت الٰہی نے اس معاملہ سے وابستہ کر دیا تھا۔ خدا نے فطرت کے تمام مظاہر کے لئے ایک خاص قانون مقرر کر دیا ہے۔ وہ جب کبھی آئے گی تو اسی طرح ہی آئے گی۔ اس کا طریق بدل نہیں سکتا لیکن اس کے ظہور کے مقاصد ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے"

(ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۲۳۰-۲۳۱)

دنیا کے مختلف مذاہب میں عہد حاضر کے متعلق پیشگوئیاں

یہ مادیت و الحاد کا زمانہ ہے۔ آجکل روحانیت و مذہب کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ سائنس اور علوم ظاہری پر ناز و اعتقاد ہے اور خیال یہ ہے کہ ہم قوانین فطرت کو خوب سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ کائنات کے اسرار کو ہی ہم نے پا لیا ہے اور اپنی کوشش و طاقت سے قدرتی بلاؤں اور حوادث پر غالب آ سکتے ہیں۔ دنیوی عیش و آرام اُن کا مقصود و مطلوب ہے اور خدا خالق و مالک سے غافل ہیں۔ اس لئے خدا نے اس آخری زمانہ میں آنے والے رسول کو زلزلہ۔ آفات۔ وباؤں اور آتشیں جنگ کی علامات کے لئے مخصوص فرمایا۔ چنانچہ

(الف) ہندو مذہب میں پیشگوئی

سری کرشن جی مہاراج کی آمد ثانی کی جہاں خبر دی گئی ہے وہاں زلازل۔ وباؤں (اور جنگوں کا بھی ذکر ہے۔ شریمد بھاگوت گیتا۔ بارھواں اسکندھ)

(ب) عیسائیت میں پیشگوئی

بائیبل میں جہاں مسیح کی آمد ثانی کے بارہ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ وہاں اُس زمانہ کی علامات کا یوں ذکر ہے کہ

"قوم پر قوم۔ بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے" (متی ۲۴ باب آیت ۷)

(ج) اسلام میں پیشگوئی

اسلام میں ایک مہدی و مسیح کے ظہور کی پیشگوئی ہے اس مہدی کے زمانہ کی علامات بعض کتب میں یوں مذکور ہیں۔

"زلزلے بہت ہوں گے۔ قتل بہت ہوگا . . . . حضرت جعفر صادق نے کہا ہے۔ مہدی ظاہر نہ ہوں گے جب تک کہ لوگوں میں خوف شدید نہ ہو۔ طاعون نہ ہو۔ سخت فتنے۔ زلزلے بلائیں نہ پہنچیں۔ عرب میں تلوار چلے لوگوں میں اختلاف ہو۔"

(روایت انوار نعمانیہ صفحہ ۲۴۹)

معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں زلازل، طوفانوں وباؤں اور جنگوں کا کسی خاص شخص کی آمد و ظہور سے ایک تعلق ہے۔ اور یہ حوادث طبعی اسباب کا ہی نتیجہ نہیں۔ بلکہ ان کے پیچھے اور روحانی و غیر مرئی اسباب بھی ہیں۔

پیشگوئیوں کے مصداق کا ظہور

جماعت احمدیہ کا یہ اعتقاد ہے کہ تمام مذاہب کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں خدا کا وہ برگزیدہ انسان قادیان کی مقدس بستی میں ظاہر ہوا۔ تاکہ وہ لوگوں کی اصلاح کرے اور بھولی بھٹکی دنیا کو پھر خدا کے آستانہ پر لا جھکائے۔ اس مامور ربانی کا اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہے۔ آپ نے اس مادیت کے زمانہ میں آواز دی کہ

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اک نشاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
تم سے غائب ہے مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زمانہ وہ روزگار
آسمان پر ان دنوں قہر خدا کا جوش ہے
کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہوشیار
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
تم تو خود بنتے ہو قہر ذو المنن کے خواستگار

خدا تعالیٰ کا یہ مامور عین وقت پر ظاہر ہوا۔ مگر دنیا نے اس کی محبت بھری آواز پر کان نہ دھرا۔ بلکہ الٹا تکذیب و استہزاء کا رنگ اختیار کیا۔ تب خدا تعالیٰ نے آپ پر الہام نازل فرمایا۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷)

مامور ربانی کا بروقت انتباہ اور انذار

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی دوران اور مسیح الزمان نے اپنی زندگی میں بار بار مخلوق خدا کو ہمدردی سے آنے والے عذابوں کے بارہ میں خبردار کیا۔ تاکہ وہ اصلاح کریں۔ چنانچہ فرمایا۔

(۱) "دیکھو آج میں نے بتا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی۔ کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا۔ اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے۔ قریب ہے کہ میرا قہر زمین پر اُترے۔ کیونکہ زمین پاپ اور گناہوں سے بھر گئی۔ پس اُٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے۔ جس کی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس نے مجھے بھیجا ہے کہ یہ سب باتیں اُس کی طرف سے ہیں۔ میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جائیں۔ کاش میں اُن کی نظر میں کاذب نہ ٹھیرتا تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ میری تحریر معمولی تحریر نہیں۔ دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے۔ اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچاؤ گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے۔ جیسا کہ وہ قہار بھی ہے۔ اور تم میں سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پائے گا تب بھی رحم کیا جائے گا۔ ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔ نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے۔"

(اشتہار الانذار ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء)

نیز فرمایا:۔

(۲) "یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے . . . . . زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے۔ کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی . . . . . وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں۔ کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام نیت اور تمام خیالات سے صرف دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا . . . . .

. . . . تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو . . کہ تمہارا ملک اس سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں۔ کہ شاید اُن سے زیادہ وہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ

ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے نزدہ کام کئے گئے۔ اور وہ چپ رہا مگر وہ اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی۔ کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو۔ تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶-۲۵۷)

مگر ہائے کاش! لوگوں نے اس مامور ربانی کے بروقت انتباہ کی قدر نہ کی۔ اور اُن کو مختلف حوادث و زلازل اور مصائب و آلام کا تختۂ مشق بننا پڑا۔

ان سب آفات کی وجہ

مامور ربانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے واضح الفاظ میں ان آنے والے آفات و مصائب کی وجہ اپنی تکذیب ٹھیرائی اور صاف الفاظ میں فرمایا ؎

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

نیز فرمایا:۔

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثل غار

نیز فرمایا:۔

" اپنے تئیں دانستہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔ بدظنیاں چھوڑ دو۔ بدگمانیوں سے باز آؤ۔ اور ایک پاک کی توہین کی وجہ سے آسمان سُرخ ہو گیا ہے۔ اور تم نہیں دیکھتے اور فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا اپنے جلال میں ہے اور در و دیوار لرزہ میں ہے۔ کہاں ہے وہ عقل جو سمجھ سکتی ہے اور کہاں ہیں وہ آنکھیں جو دیکھ سکتی ہیں۔ آسمان پر ایک حکم لکھا گیا۔ کیا تم اُس سے ناراض ہو۔ کیا تم رب العزت سے پوچھو گے کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اے نادانو! انسان باز آجاؤ کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں!"

(سراج منیر صفحہ ۵)

ان مصائب سے نجات پانے کی راہ

جہاں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے متذکرہ بالا مصائب و آلام اور حوادث و زلازل کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی اور مخلوق خدا کو بروقت انتباہ فرمایا۔ وہاں ان مصائب و آلام سے بچنے اور نجات پانے کی راہ بھی بتائی۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ

(۱)" سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو۔ تا اُس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے۔ لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔" (الوصیت)

نیز فرمایا:۔

" اے عزیزو! خدا سے مت لڑو کہ اس لڑائی میں تم ہرگز فتحیاب نہیں ہو سکتے۔ خدا کسی قوم پر ایسے سخت عذاب نازل نہیں کرتا اور نہ کبھی اُس نے کئے۔ جب تک اُس قوم میں اُس کی طرف سے کوئی رسول نہ آیا ہو۔ یعنی جب تک اُس کا بھیجا ہوا نہ ہو۔

(۲) سو تم خدا کے قانون قدیم سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور تلاش کرو کہ وہ کون ہے؟.....
...اُس شخص کو تلاش کرو۔ وہ تم میں موجود ہے اور وہ یہی ہے جو بول رہا ہے۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۳)

نیز فرمایا:۔

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج
آسمان اے غافلو اب آگ برسانے کو ہے
اک سفینہ ہے یہ آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
تم تو خود بنتے ہو قہر ذوالمنن کے خواستگار
وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پیر کہن

حرف آخر

اے عزیز بھائیو! ذرا سنجیدگی سے غور کرو ایک طرف زلازل نے زمین کو ہلا دیا ہے۔ دوسری طرف قحط، سیلوبان اور سیلابوں اور دیگر آسمانی بلاؤں نے انسانوں کو نیست و نابود کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہر آنے والی مصیبت پہلی سے زیادہ ہولناک اور ہیبت انگیز نظر آتی ہے۔ دنیا ابھی ایک آفت سے نجات نہیں پاتی کہ دوسری منہ کھولے کھڑی دکھائی دیتی ہے۔

خدارا سوچو کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور کیوں عذاب پر عذاب آرہے ہیں؟۔ اگر آپ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کی قدیم سنت پر نظر ڈالیں گے۔ تو آپ کو صاف طور پر تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ انسان کی نافرمانی حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ اور یقیناً خدا کا مامور اور فرستادہ بھی انذار و انتباہ کے لئے برپا ہو چکا ہے۔ اور وہ وہی ہے۔ جس نے آج سے قریباً ۸۰ سال قبل ان عذابوں اور تباہیوں کے آنے کے بارہ میں لوگوں کو خبردار کیا۔ اور نہایت ہمدردی اور محبت سے تمام بنی نوع انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف بُلایا۔ پس اب بھی وقت ہے۔ توبہ کرو۔ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گرو اور گناہوں کی بخشش اُس سے طلب کرو تاکہ رحم ہو۔ پس مبارک ہیں وہ جو اُس مامور ربانی کو شناخت کرتے۔ اُس کی آواز پر لبیک کہتے۔ اور اس چند روزہ زندگی میں خدا کی رضامندی کی خاطر ہمیشہ گامزن ہوتے ہوئے اُس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

احمدی جلسہ سالانہ قادیان پر حاضر ہو کر

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل شہید ربوہ

ترے حضور میں عالی جناب آیا ہوں
میں لے کے اپنا شکستہ رباب آیا ہوں

کرم کی ایک نظر اس طرف بھی ہو جائے
کہ میں بہت ہی بحال خراب آیا ہوں

یہ صدمۂ ہجر ہی کا کم نہ تھا مرے آقا
کہ میں تو سہتا ہزاروں عذاب آیا ہوں

بھٹکتا پھرتا ہوں دشت وجل میں آوارہ
بس پوچھنے کوئی راہِ صواب آیا ہوں

یہ نار ہجر ہے جو ٹھنڈی آب وصل مدام
دکھانے سینۂ پُر التہاب آیا ہوں

تمام عمر ترے گیت گاتے گذری ہے
صلہ نہیں ہے کسب ثواب آیا ہوں

بہشتی مقبرہ مسجد مبارک بیت الاقصےٰ
میں ہو کے بیت دعا باریاب آیا ہوں

میں تشنہ کام ہوں اکمل برائے آب حیات
حضور مجتبیٰ عالم کباب آیا ہوں

درخواست دعا

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

استانی سکینۃ النساء (اُم جنید ہاشمی) جو تقریباً چالیس سال قادیان میں رہیں اب سخت ۔۔۔ سے لاہور میں مقیم سخت بیمار ہو کر ہسپتال میں چالیس روز سے ہیں۔ وہاں اپریشن بھی ہوا ہے۔
اس کے بعد میرے پوتے عبید الرحمٰن جاوید بی۔ایس۔سی کے سائیکل سے بس ٹکرا گئی۔ جس سے اس کی کلائیوں کی ہڈیوں میں شکست آگئی۔ اور آنکھ کے اوپر عینک سے زخم ہے۔ علاوہ اس کے کئی زخم اور چوٹیں ہیں۔ بخار بھی آتا ہے۔ جو ڈاکٹر ملیریا بتاتے ہیں۔ دائیں کلائی کی ہڈی کو دوبارہ اپریشن کر کے بٹھایا گیا ہے۔ پلاسٹر کی وجہ سے کسی قسم کی حرکت نہیں کر سکتا۔ احباب کرام درویشان دار الامان سے صحت کاملہ عاجلہ و درازئ عمر کی دعا دلی توجہ سے کرنے کی درخواست ہے۔
جزاکم اللہ

المکمل عفا اللہ عنہ

از ربوہ

از جناب ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اورینوی پروفیسر پٹنہ کالج پٹنہ

مذہب ایک روحانی سائنس ہے۔ اس کے اصول، ضابطے اور قاعدے مقرر ہیں بالکل اُسی طرح مقرر ہیں جیسے مادی سائنس کے۔ مادی نظام اور روحانی نظام کی باگ ڈور اُس ذات واحد کے ہاتھ ہے جو نور سموات وارض ہے۔ غور سے دیکھئے تو ہر مادی نظام کے مقابل ایک روحانی نظام ضروری ہے۔ ہر جسم کی ایک روح ہوتی ہے ہر قشر کا ایک رس ہوتا ہے۔ ہر عرض کا ایک جوہر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ مادی نظام اور روحانی نظام زوجین ہیں۔ ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔ دونوں نظام فطرت اور نظام صحابہ آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ہاں ان میں سطح، سمت اور نوع کا اضافی فرق ضرور ہے۔ قرآن حکیم نے ہمیشہ آسمان وزمین، لیل ونہار، زندگی اور موت کی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے کیونکہ اس سے روحانی شعور پیدا ہوتا ہے اور مذہبی بصیرت بڑھتی ہے۔ مادی اور روحانی دائروں کی حکمت یہ ہے کہ اس سے رفتار ارتقار جاری ہوتا ہے۔ اور قیمتی چیزوں کی حفاظت ہوتی ہے اور ذہن انسانی تیز ہوتا ہے۔ ایک منزل کے بعد ایک اور آگے کی منزل آتی ہے۔ اور شوق فزوں تر ہوتا جاتا ہے۔ ذہن انسانی پھول سے عطر بناتا ہے۔ کیوڑے کے خاردار پھول سے روح کیوڑہ تیار کر کے مسرور ہوتا ہے۔ ذہن انسانی کا خاصا ہے کہ وہ عقدے حل کر کے تیز تر بنتا ہے۔ اور سعی وجستجو سے ترقی کرتا ہے یہی غرض کے لئے منزلیں مقرر کی گئی ہیں۔ اور ہر مادی غلاف کے پیچھے ایک صاف تر، تابناک تر قیمتی تر سطح رکھی گئی ہے۔ انسانی دماغ خود مادہ سے بنا ہے۔ لیکن وہ افکار و تخیلات واقدار کی طرف ہر آن سفر کرتا رہتا ہے جو روحانی حقیقتیں ہیں۔ مادی عالم سے روحانی عالم کی طرف ہر لمحہ ارتقاع ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور غلام احمد حضرت مرزا ئے قادیانی (علیہ السلام) پر کہ انہوں نے روحانی سائنس کی تاسیس اور تفسیر کی۔ اسلام نے مادی دنیا اور روحانی دنیا کو مربوط قرار دیا ہے۔ بانیٔ اسلام نے سادہ سادہ نصیحتوں میں عظیم الشان نکتے بیان کئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈال رہے ہو۔ مگر خدا تعالیٰ کے حکم کی پیروی مقصود ہو تو بڑا ثواب ملے گا۔ اگر تم محنت ومزدوری بھی کرتے ہو تاکہ اپنے گھر والوں کی پرورش کر کیونکہ خدا کا حکم ہے تو تمہارے پسینہ کا ہر قطرہ "جنت کا موتی" بن جائے گا۔ ظاہری رسمی عبادت بھی بُری ہوتی ہے۔ اگر وہ خدا کے حکم اور مذہبی احکامات کے خلاف ہو کیونکہ نجات کا معاملہ سائنسی ہے۔ نہ کہ غیر منطقی اور آمرانہ۔ خدا تعالیٰ اپنے طور پر سزا نہیں دیتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ کے بُرے نتائج اور اعمال حسنہ کے نیک نتائج فطری سلسلہ اسباب ونتائج کے اظہارات ہیں۔ قاعدے اور ضابطے مقرر ہیں۔ پانی پیاس بجھائے گا۔ سنکھیا مار ڈالے گا۔ آگ جلائے گی۔ جھلسائے گی۔ بالکل اسی طرح خلق اللہ سے محبت کے نیک اور تسلی بخش نتیجے نکلتے ہیں۔ اور نفرت کے دلسوز وجہاں سوز نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ احمد مختار اور غلام احمد علیہم السلام نے مذہبی سائنس کی ذہن کُش تفصیلیں بیان فرمائی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہر نبی اپنے اپنے وقت میں بقدر ارتقاء ذہنیات ارتقاء روحانی سائنس کا ماہر تھا۔ لیکن جب یہ شریعت ختم ہوئی اس نے انسانی ذہن کے امکانات کی انتہا کے مطابق روحانی سائنس کو الہاماً مدون کیا۔ دراصل اعلیٰ مادی سائنس کے قوانین وحقائق سے باخبری بھی بقول سائنس دان الیکسس کیرل الہامی طور پر ہی ہوتی ہے۔ اسی حکمت کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ شہد کی مکھیوں کو بھی چھتہ سازی اور شہد گری کی سائنس الہاماً سکھائی جاتی ہے۔ بر سبیل تذکرہ میں عرض کر دوں کہ شہد کی مکھی کا چھتہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ریاضی و انجینیرنگ ہے۔ سینے تلے پیچ پہلو خانے اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ چھتہ میں زیادہ سے زیادہ جگہ نکل سکے۔ فسبحان اللہ احسن الخالقین۔

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی نے اسلامی اصول کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسانی روح آخرت میں جسم کا مقام حاصل کرے گی۔ اور وہ ترقی ساری روحانی اس غرض سے ہے کہ وجود انسان آگے سے آگے ترقی کرتا چلا جائے جنت میں مومن دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے علم وعرفان میں اضافہ فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر اُن کی دعائیں مقام بمقام سُنتا جائے گا اور ارتقائے انسان کا ابدی سفر بلند سے بلند تر عالم کی طرف جاری رہے گا۔ مختصر یہ کہ اس عالم کون وفساد میں افکار سے اعمال پیدا ہوتے ہیں اور اعمال سے نتائج۔ اور یہ سلسلۂ اسباب ونتائج فطری رنگ میں جاری ہے اور اس سے واقفیت پیدا کرنا مذہب کا نظریاتی حصہ ہے۔

گندم از گندم بروئید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

مذہب کا عملی حصہ سائنس بھی ہے اور آرٹ بھی۔ یعنی روحانی سائنس۔ سے پوری واقفیت اُس کے قوانین سے اچھی آگاہی کے بعد ان قوانین خلاصہ و برکت پر عمل کرنے کی منزل آتی ہے۔ اس منزل میں بھی رسم وراہ منزل سے آگاہی، کار، دانائی حکمت اور سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخلاقی اور روحانی ترقی کی بھی ایک تکنیک ہوتی ہے۔ جیسے معمل میں تجربہ کرنے یا مشین چلانے کی تکنیک ہوا کرتی ہے۔ مذہبی ضابطے اور احکام مراسم ومناسک دراصل عمل کی منزل کی تکنیک، یعنی طریقۂ کار ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ لیکن یہ مقصود بالذات نہیں۔ مقصد تو یہ ہے کہ مذہبی مشین کو چلا کر تزکیہ روح اور تزکیۂ عالم کے نتائج حاصل کئے جائیں۔ مشین کی سلامتی اور پیداوار کی تکمیل پر نظر ہونی چاہیئے۔ اصل چیز مشین نہیں پیداوار ہے۔

مذہب کے عملی حصہ میں آرٹ کا پہلو سوز وساز، وجد وگداز سے پیدا ہوتا ہے جب مقصد سے عشق پیدا ہو جائے تو دل پگھلتا ہے اور مشین عمل چلانے کی کامل مہارت حاصل ہوتی ہے۔ عشق سے عمل برق رفتار اور پُر لطف ہو جاتا ہے۔ مزدوری مزدوری نہیں رہتی فرہادی بن جاتی ہے۔ جتنا بڑا مقصد ہوگا اتنی پرواز عشق بلند ہوگی۔ اور پرواز عشق کی رفعت خوق پرور، کارسازانہ ودل نواز ہے۔ مذہبی عالم میں خالق کائنات سے محبت اور اُس کے قابل بنانے کے لئے اپنے دل اور نوع بشر کے دل کو سنوارنا تحریک عمل اور محرک درد وگداز ہے اللہ اور خلق اللہ سے عشق اور اس کی سلیقہ مندیاں، بے قراریاں، شب زندہ داریاں اور برق رفتاریاں مذہب کا فن ہے۔ خدا کے وحدانی تصور کے بغیر مقصود مذہب اور اس کے نتائج اتنے عالمگیر، اعلیٰ وارفع، کائناتی اور ابدی نہیں ہو سکتے۔ فی الحال مذہب کے سائنسی پہلو پر تاکیدی نشان لگانا ہے لہٰذا اس کے وجدانی اور والہانہ پہلو کی تفصیل ممکن نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ صحیح مذہب اخلاقی وروحانی سائنس کا نام ہے۔ صحیح، زندہ اور عالمگیر مذہب وہی ہو سکتا ہے۔ جو ہماری مادی زندگی کو اس حکمت سے بروئے کار لائے کہ اُسی کے بطن سے روحانیت کے چشمے پھوٹ پڑیں اور یہی روحانیت اُخروی زندگی کے لئے زادِ راہ اور وسیلۂ سلامتی ہے۔ مذہب دنیاوی زندگی کے انکار وترک کا نام نہیں۔ بلکہ اس کے حکیمی استعمال کا نام ہے۔ مادہ ہی سے ایک نئی قدر معرض وجود میں آتی ہے۔ جسے اخلاق نام سے اور روحانیت سے کہتے ہیں۔ جس طرح مادہ سے ذہن وادراک پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح مادہ سے اخلاق وروحانیت بھی وجود میں آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا پُر حکمت بات فرمائی ہے کہ مذہب خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سائنس خدا تعالیٰ کا فعل، ان دونوں میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آدمی مذہب کے اصول کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکا ہو یا وہ فطرت کے قوانین کو غلط رنگ میں سمجھا ہو، اور اس طرح وہ مذہب وسائنس میں تضاد پاتا ہو۔ اسلام نے ہمیشہ قوانین فطرت اور ضابطۂ نفس انسانی پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہبی وروحانی قوانین اور مظاہر وآثار فطرت کے قوانین اُس عظیم، ازلی وابدی آئین کے دو حصے ہیں جسے قانون الٰہی یا آیاتِ الٰہی کہیے۔

مذہب اور سائنس کی موافقت کے چند اور پہلو بھی ہیں۔ مثلاً ان قوانین انسانی تعلقات کا معاملہ بھی ایک جیسا ہی ہے۔ ان قوانین کا صحیح اور غلط، محدود اور وسیع دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ مذہبی اصول اگر ایک فرد میں محدود ہو کر رہ جائیں تو اسی طرح خطرناک ثابت ہوں گے جیسے سائنسی اصول مذہب اور سائنس محض ایک ملک یا ایک قوم کی خدمت پر بھی مامور ہوں تو عصر نو کے حالات کے لحاظ سے وہ سخت ضرر رساں ہوں گے۔ مذہب وسائنس کی برکات کو عالمگیر ہونا چاہیئے۔ وہی مذہب سچا اور ترقی یافتہ ہے جو نوع بشر کے کام آئے وہی سائنس سلامتی پرستانہ ہے جو کسی محدود دائرے میں کار فرما نہ ہو۔ اسلام نے الناس، بنی آدم اور رب العالمین کا تصور پیش کیا ہے۔ مذہب اگر قومی یا ملکی ہو تو تعصب، تنگ نظری اور سخت دلی پیدا کرنے کا موجب ہوگا اور نتیجتہً خونریزی ہوگی اسی طرح سائنس پر صرف سخرہی تو مور نے

قبضہ نے بدترین قسم کی ملوکیت، قیصریت اور آمریت پیدا کی۔ اور آج جوہری توانائی کی دریافت کے بعد اس راز پر صرف امریکہ اور روس کے قبضہ سے وہ قیامت خیز فتنہ وجود میں آچکا ہے کہ الامان! اسلام نے سائنس اور مذہب، مادہ اور روح اور اُن کے قوانین و نتائج کو عملی رنگ میں بھی عالمگیریت اور وحدت الملیت عطا کی ہے۔ سورۃ فاتحہ، سورۃ رحمٰن اور سورۃ الناس اور بہت سی دوسری سورتوں میں اس نکتہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصلاح اخلاقی ایک فرد کی ہوتی ہے۔ مگر مقصد جماعتی اور بشری اصلاح ہے۔ سائنسی قوانین کا انکشاف ایک شخص پر ہوتا ہے، ایجادات بھی ایک شخص ہی کرتا ہے۔ لیکن اُنہیں بنی آدم کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ مذہب اور سائنس کا فیضان اگر عالمگیر نہیں تو یہ دونوں غلط بنیاد و غلط انجام ہیں۔

موجودہ زمانہ میں مذہب کا اثر دن بدن کئی اسباب کے نتیجہ میں زائل ہو رہا ہے۔ ان میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انسانی ذہن پر سائنس کی کھلی ہوئی حقیقتوں کا گہرا اثر پڑا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب سائنس سے مختلف چیز ہے۔ سائنس سامنے ہے اور مذہب کے روحانی قوانین کو اہل مذاہب نے غلط طور پر پیش کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عصر حاضر کا انسان سائنس کو برحق اور مذہب کو ناحق سمجھ رہا ہے۔ دنیا کے سامنے ایسا مذہب پیش کرنا ہوگا جو روحانی قوانین اور مادی قوانین کو ہم آہنگ ثابت کر دے۔ اور پھر اپنی جولانگاہ آفاقی بنالے، اگر مذہب رنگ و نسل، ملک، قوم طبقات و تحریکات کے تنگ دائروں میں مقید رہے تو رفتہ رفتہ ساری دنیا مذہب سے ہی برگشتہ ہو جائے گی۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ مبلغین مذاہب ہی دنگ میں یہ کارنامہ پیش کرنا ہوگا کہ اس مادی دنیا کے سماجی ماحول، سیاسی اور اقتصادی ارضیہ کے اندر رہ کر اخلاق و روحانیت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ اگر مذہب والے اپنی زندگی کو مثالی نہ بنائیں گے۔ تو محض عبادات سے وہ نتائج پیدا نہ ہوں گے۔ جو مقصود مذہب ہے۔ ہمیں ایک ایسی مذہبی سماج بنانی ہوگی جہاں انصاف، عدل، طہارت، مساوات، نرمی، شرافت، خدا ترسی، انسانیت دوستی، ایثار و محبت کی قدم قدم پر عملی تفسیریں ملیں۔ اہل اسلام اور خصوصاً اسلام کی تحریک جدید یعنی احمدیت پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر ہم قادیان، ربوہ اور دوسرے احمدیہ مراکز میں صحیح اور عملی اسلامی معاشرہ قائم کرلیں گے تو دنیا کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے کھول دیں گے۔ اور سارا عالم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیگا اور بنی آدم فردوس گم شدہ کو اسی دنیا میں حاصل کر لیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

اولوالعزم امام کا عظیم الشان کام

از مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل۔ یادگیر

خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے منتخب کردہ انسانوں سے وہ کام لیا ہے جس کی دنیا تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکی۔ وہ انسان عام انسانوں کی طرح ہوا کرتے تھے۔ مگر جب خدا کی مشیئت نے چاہا کہ اُن کو اپنے ایماء اور اشارہ پر چلا کر دنیا پر اپنا قادر ہونا ثابت کرے تو اس نے اُن کے اندر مقناطیسی قوت دوڑا دی جس نے دنیا میں ایک انقلاب بپا کر کے رکھ دیا۔ سو آج بھی ہمارے درمیان ایک انسان زندہ موجود ہے جس کی شب و روز مساعی نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ بیشک آج وہ انقلاب صرف احمدیوں کو نظر آتا ہے۔

مگر ایک دن آئیگا جب اُس انقلاب کا چرچا عام ہو جائے گا۔ اور دنیا محسوس کرنے لگے گی کہ او ہو یہ کیا ہو گیا۔ یہ انقلاب روحانی انقلاب ہے۔

ہمارا اولوالعزم محمود یہ عظیم الشان انسان سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے ازلی حکمتوں کے ماتحت آج ہمارے درمیان مصلح موعود اور موعود خلیفہ جماعت احمدیہ کی حیثیت سے ہماری تربیت و اصلاح کے لئے بھجوایا ہے۔ اس انسان نے کیا انقلاب برپا کیا اس کے لئے ماضی و حال کے واقعات کو مختلف ادوار کی روشنی میں جانچنا ہوگا اور اس کو پیش نظر رکھے بغیر اس کا پورا پتہ نہیں لگ سکتا۔ بیشک ایک بینا آنکھ جلدی اسکو دیکھ سکے گی۔ مگر ایک شپرہ چشم اسکو نہیں دیکھ سکتا۔ جانے دیجئے کور چشم سے ہمارا کیا واسطہ۔ آج عقل کی وضاحت نہیں معقولات سے قائل کیا جا سکتا ہے۔ سو معقولات موجود ہیں۔ اور ایک معقول انسان قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۱)

سب سے بڑا انقلاب کہ روحانی انسان کے ذریعہ دنیا میں یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ غفلت و گمراہی میں پڑی ہوئی مخلوق میں سے ایک ایسے طبقہ کو ابتداً خدا تعالیٰ اس روحانی انسان کی تربیت و فیوض سے اپنی طرف کھینچتا ہے جس سے پھر دنیا کی اصلاح کا کام لیا جاتا ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے الہام و وحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وعدہ دیا گیا تھا کہ

I Shall Give you a Large party of Islam

اور پھر "تَوَفَّى أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا" کے مختلف نظارے ان وجودوں سے ظاہر ہوئے۔

اولوالعزم محمود کا سب سے زبردست کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے جماعت کے موجودہ ممبران میں ایک ایسا روحانی انقلاب پیدا کیا کہ اب انہیں سے ہر ایک طائرانہ انداز میں حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے کوچہ میں اپنے عشق و محبت رسول اور آپ کی قوم اور ملت اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کو پہونچانے کے لئے اُڑ رہا ہے

می پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر می داشتم بال و پرے

اور یہ انقلاب روحانی جس نے جماعت احمدیہ کے ممبران کو صعود الی السماء عطا کیا اور جسے اغیار بھی صرف محسوس ہی نہیں کرتے بلکہ مثالاً ذکر کرتے ہیں یہ اولوالعزم محمود کا کارنامہ ہے۔

(۲)

دوسرا انقلاب آپ نے یہ پیدا کیا کہ بیعت کے عہد کو راسخانہ طور پر جماعت احمدیہ کے قلوب میں قائم کیا اور اس طرح من کی ایک ایسے اچھے رنگ میں تربیت و اصلاح کی اور اس کا ایسا عملی نمونہ پیش کیا کہ ایک دنیا قائل ہو گئی۔

وہ عہد یہ تھا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔

یہ کوئی معمولی عہد نہیں ہے۔ اور اسکی عملی تفسیر کا بھی ہر شخص مظہر نہیں بن سکتا مگر آپ نے دن رات محنت کر کے اور خدا کے حضور جماعت کی دعاؤں سے مدد کر کے اور قرآنی علوم اور اسکی تفاسیر اور اپنے ذاتی نمونہ سے جماعت احمدیہ کے اندر دین کی خدمت کا جذبہ۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت خدا تعالیٰ کی خدمت کا جذبہ احسن و اعلیٰ وارفع رنگ میں پیدا کیا۔ سو دیکھئے کہ آج ایک احمدی ان ہر دو خدمات میں کس طرح دوسری دنیا سے ممتاز نظر آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارا محمود ساری دنیا کا محمود ہے۔

(۳)

تیسرا انقلاب ساری دنیا کے لئے یہ پیدا کیا ہے کہ یہ دنیا یہ سمجھنے لگ گئی تھی کہ جو چیز جس طرح آج ہے وہ کل بھی اسی طرح رہے گی۔ مثلاً دنیا نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مذہب آج دنیا میں ذلیل ہو گیا ہے اور اس کے پیدا کرنے والے کی قدر نہیں رہی ہے مگر آپ نے تدریجاً پینتالیس سال کے اندر دنیا کو ایسے اعلیٰ درس دیئے اور دلائل پیش کئے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے خطبات، مواعظ حسنہ اور مضامین و ملفوظات و کتب کے ذریعہ اور پھر ہر قوم مذہب و ملت کے قابل ترین صلاحیت رکھنے والے افراد سے مل کر اُن کے خیالات کی تردید کی اور اسلام کی طرف سے مذہب اور اس کے پیدا کرنے والے خدا کے تعلق سے ایسے خیالات پیدا کئے کہ آج معقولی رنگ میں دنیا نے اس لوہے کو مان لیا۔ بے شک مادیات اور طاقتوں کے بل بوتہ پر ناچنے والے افراد اس انقلاب کو کم محسوس کرتے ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ آج مذہب میدان جیت رہا ہے۔ اور اس کے خالق کا غلبہ ہر رنگ میں دنیا میں تسلیم کیا جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب ایک دنیا قل ھو اللہ احد اور اللہ اعلیٰ و اجل اور اللہ اکبر کا ترانہ گائے گی۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خلیفہ ہے محمود اللہ کا پیارا!

از محترم جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

خلافت سے وابستگی روح ملت ❊ اسی سے بنا کرتی ہے وہ جماعت
ید اللہ جس پر ہے ارشاد نبوی ❊ کرو جان و دل سے سب اسکی حفاظت

(۲)

خلافت پہ قرباں دل و جاں ہمارا ❊ خلیفہ ہے محمود اللہ کا پیارا
اطاعت خلافت کی ہم سب کرینگے ❊ ہوا متفق اس پہ مجمع ہے سارا

روحانی ترقی کے بغیر مادی ترقی بیسود ہے

جہاں کی زینتیں راحت کے ساماں ہیں چشمِ غافل میں ؛ مگر حق جو کے مضطر دل کو ساکن کر نہیں سکتیں

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن کلکتہ

آج مادیت کا زمانہ ہے۔ روحانیت کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ سائنس پر ناز اور علوم ظاہری پر اعتماد۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سائنس کی انتہائی ترقی اور مادی سامانوں کی فراوانی کے باوجود انسان کی روح سرگرداں بے چین و بیقرار رہتی ہے۔ اور اس کا دل بے سکون اور شانتی کی تلاش میں رہتا ہے اور سائنس اپنی انتہائی ترقی کے باوجود انسان کے مذہبی اور روحانی حاسہ کی تسکین کا کوئی انتظام نہ کر سکی۔ اور نہ ہی وہ اس جذبے کو انسانی فطرت سے مٹانے میں کامیاب ہو سکی ہے۔ اور یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ سائنٹیفک اور مادی ترقی حاصل کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہوتا تو یقیناً انسانی روح کو تسکین حاصل ہو جانی چاہیئے تھی

ہندوستان کے وائس پریذیڈنٹ رادھا کرشنن ان دنوں جبکہ میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں بوسٹن میں قیام فرما ہیں۔ وہاں انہوں نے مختلف مذاہب کے اسکالروں اور عالموں کے لئے ایک قیام گاہ کا افتتاح فرمایا ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"تاریخ کے ابتدائی دور سے ہی انسان پر انتہائی برکت و سعادت کی کیفیات طاری ہوتی رہی ہیں جبکہ زمانہ معطل ہو جاتا ہے۔ اور انسانی روح کائناتی روح کی ہم آہنگی میں حرکت کرنے کی جد و جہد کرتی ہے۔ ان کی آرزو اور تمنا ایک غیر محدود ہستی کے لئے ہے۔ کیا سائنس اس جذبے یا مذہبی حاسے سے بچنے کے لئے کوئی حل پیش کر سکی ہے۔ اگر دنیا درست تحقیقات و روشنی کے ذریعہ بچائی جا سکتی تو اب تک نجات کے قریب پہونچ ہوتی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انسان تا حال جذبات اور روحانی خواہشات کا پتلہ ہے" آپ نے مذہب کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امن و آشتی کے قیام کے لئے مذہب کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو اور ساری دنیا کو مکمل بنانا چاہتا ہے۔ اور اگر وہ ہم آہنگی کی زندگی گذارنے کا خواہاں ہے تو اسے دوسرے مذاہب کا علم ہونا چاہیئے ...... میری یہ امید اور دعا ہے کہ عالمی مذاہب کے مطالعہ کے اس مرکز کے ذریعے انسانی دل و دماغ کو غلام نہ بنائیں اور تمام لوگ یہاں آپس میں ایک دوسرے کو روحانی اور بھائی چارے کے لحاظ سے ایک ہی سمجھیں۔ اور ان میں وحدت پیدا ہو اور انسان کو حقیقی شانتی ملے"

بحوالہ الجمعیتہ مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۱ء

جناب ڈاکٹر رادھا کرشنن کی تقریر سے واضح ہے کہ انسانی روح کو سائنس کی ترقی کے باوجود حقیقی سکون اور دلی شانتی کے حصول کے لئے ایک غیر محدود ہستی کی تلاش اور اس سے لقاء کی آرزو رہتی ہے۔ اور یہ جستجو ہمیشہ سے انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روحانیت کے حصول کا جذبہ انسان کے اندر فطرتی ہے۔ اور یہ فطرتی جذبہ بتاتا ہے کہ مادیت کی ترقی کے باوجود انسان کو روحانیت کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ صرف مادیت روح انسانی کے لئے تسکین کا سامان مہیا نہیں کر سکتی مادیت جہاں انسانی روح کی تسکین کا کوئی انتظام نہیں کر سکتی وہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ گوناگوں سائنسی ایجادات اور مادی ترقیات کے باوجود اللہ تعالےٰ کی طرف سے بعض قہری نشانات انسان کے اس کبر کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں کہ وہ قوانین فطرت کو خوب سمجھ گیا ہے اور یہ کہ وہ قدرتی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ آج سے ہزاروں سال قبل قوم عاد کو اپنے مضبوط اور بلند و بالا محلات پر ناز تھا لیکن وہ بلند و بالا محلات آن کی آن میں ایک عظیم الشان طوفان کی نذر ہو گئے۔ آج کے لوگوں کو سائنٹیفک ذرائع پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن سائنس کے ان تمام ذرائع کو استعمال کرنے کے باوجود وہ ان قہری امور کے وارد ہونے پر بالکل بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ خدائے رحیم و کریم ان قہری نشانات کے ذریعہ بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اسے انسان تیرا منتہائے مقصود صرف مادی ترقی نہیں بلکہ اصل مقصود اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اپنی روح کو شانت کرنا ہے۔

امسال ہندوستان اور پاکستان کے بعض علاقوں میں شدت کے طوفان اور سیلاب آئے۔ ہندوستان میں رہتک، لکھنؤ، بجنور، مدراس کے علاقہ جات بہت زیادہ اس کی زد میں آئے۔ اور مشرقی پاکستان میں تو ایک قیامت خیز طوفان آیا۔ ان سیلابوں اور طوفانوں میں ہزاروں جانیں ہلاک اور ہزاروں انسان بے خانماں بے سر و سامان، بھوک اور افلاس کا شکار ہو گئے۔ ہمارے دل ان بھائیوں کے مصائب اور آلام سے خونچکاں ہیں۔ اور ان گرفتاران بلاء سے ہمیں پوری ہمدردی ہے۔ اور انسانیت کا یہ تقاضا ہے کہ ان کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ لیکن ہم اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سیلاب، طوفان، زلازل، قحط، جنگ اور دیگر عالمگیر تباہیاں خدائی عذاب ہیں۔ اور یہ عذاب انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں میں ایک زلزلہ اور انقلاب پیدا کر کے خوابیدہ روحوں کو بیدار کرنے کیلئے آتے ہیں۔ اور روحانی حقائق کو قبول کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں جب کبھی کوئی خطرناک سیلاب یا تباہ کن طوفان یا ہلاکت آفریں زلزلہ انسانوں کے لئے مصیبت بن کر آیا جماعت احمدیہ نے اس کے روحانی پہلو کی طرف توجہ دلائی۔ عام طور پر مادیات میں ڈوبے ہوئے لوگوں نے اسے بُرا منایا اور وہ بے اختیار چلا اٹھے کہ لوگوں پر تو مصیبت آتی ہے اور یہ خوشی منا رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ جس طرح ایک جسمانی ڈاکٹر مرض کے ظاہر ہونے سے پہلے مریض کے حالات و قرائن سے آنے والے خطرہ اور بیماری کو بھانپ لیتا ہے۔ اور احتیاطوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ لیکن مریض کے احتیاط نہ کرنے پر جب بیماری اسے دبا لیتی ہے تو وہ افسوس کے ساتھ اپنی پہلی بات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ بالکل اسی طرح روحانی اطباء انسانوں کی روحانی پستی کو دیکھ کر بہت پہلے آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اور خطرہ کے ظاہر ہو جانے پر اس روحانی طبیب کی کہی ہوئی بات کی طرف متوجہ کرنا خوشی کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ ایک حقیقت کا اظہار کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

چنانچہ اس زمانہ کے روحانی طبیب اعظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج پچپن سال قبل آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اسلئے کہ بنی نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ...... وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ" (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۷)

حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا اور حق یہی ہے کہ انسان کو صرف روٹی، کپڑا اور گھر ہی نہیں چاہیئے بلکہ اس جسد خاکی کے اندر ایک نور کا ذرہ بھی ہے۔ جس کی جلاء کے لئے سامان مہیا کرنا ضروری ہے۔ روٹی، کپڑا، مکان جسمانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن روح کی پاکیزگی نہ صرف دنیا کی زندگی اور مختلف مراحل

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

کلکتہ میں سیرت پیشوایانِ مذاہب کا عظیم الشان جلسہ

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی اور روسی مقررین کی دلچسپ تقاریر

از مکرم محمد نور عالم احمدی ایم۔ اے سیکرٹری مجلس عاملہ جماعت احمدیہ کلکتہ

کسی بڑے شہر میں ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے اعلیٰ پیمانے پر جلسہ منعقد کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ صدر و مقررین کا انتخاب و تلقین مشارکت، ہینڈ بلز، پوسٹرز و دعوت ناموں کی ترتیب و تقسیم، مقام و اوقات کا تعین، قیام امن کے لئے پولیس کا انتظام وغیرہ مسائل ہوتے ہیں۔ جن سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی ابتداء سے لے کر انعقاد و اختتام جلسہ تک، کئی مراحل آئے اور جماعت کو ان سے گذرنا پڑا۔

جلسہ ۱۳ر نومبر ۱۹۶۰ء بروز اتوار ساڑھے پانچ بجے شام کو بمقام مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال، ویلی اسکوائر منعقد ہوا۔ جدید انگریزی طرز کا یہ ہال خوبصورت ہے۔ اس کی سفید دیوار وں پر سرخ ریشمی پارچوں پہ جلی حرفوں سے آیات قرآنی، احادیث و اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھے ہوئے اتنے خوبصورت معلوم ہو رہے تھے کہ بزم عروساں کا گمان ہوتا تھا۔ کلکتہ یونیورسٹی کے مشہور و معروف پروفیسر جناب تری پوراری چکرورتی ایم۔ اے۔ ایل۔ سی نے صدارت کی۔

نشستیں اہم مسئلہ قیام دالنعار کے لئے لوگوں کو جگہ دینا تھا۔ نشست کی تمام کرسیاں پُر ہو چکی تھیں۔ لہٰذا وارد ان کے بڑھتے ہوئے ریلے کو روکا بھی نہیں جا سکتا تھا اور ان کو کھڑا رہنا بار خاطر بھی تھا۔ اس موقعہ پر احمدیوں کو اپنی بے بسی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ ہال کی توسیع ممکن نہیں تھی اور کرسیوں میں اضافہ ہو نہیں سکتا تھا۔ اسٹیج پر گنجائش تھی نہیں۔ تمام دروازے شروع سے بھر کر پڑے تھے۔ یہی وہ مسئلہ تھا جو آخر تک حل نہ ہو سکا۔

جلسہ ٹھیک ساڑھے پانچ بجے شروع ہوا۔ جناب ڈاکٹر محمد عارف شاہ خان صاحب گوندھوی اسسٹنٹ سیکرٹری وقف جدید نے تلاوت قرآن شریف فرمائی۔ بعد ازاں مکرم جناب محمد اسمٰعیل صاحب کانپوری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا" خوش الحانی سے سنائی۔

خاکسار نے افتتاحی تقریر انگریزی میں کی۔ جماعت احمدیہ کا تعارف کراتے ہوئے پیشوایان مذاہب کے انعقاد کی غرض بیان کی و اس سے وابستہ احمدی مطمح نظر کی وضاحت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرزمین ہند میں بعثت کی حقیقت بیان کی۔

خاکسار کے بعد شری کمار ایس۔ این رائے ایم۔ اے ودیا بھوشن سابق ایم۔ ایل۔ سی نے تقریر فرمائی۔ تقریر انگریزی میں تھی۔ موصوف کی عمر ۸۰ سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ ضعیف العمری کے باعث آپ کے جسم میں رعشہ اور آواز میں لرزش تھی۔ دو خدام کے سہارے آپ مائک کے سامنے تشریف لائے بڑے موثر رنگ میں آپ نے اپنے محسوسات قلبی کا اظہار فرمایا۔ سورۃ فاتحہ کی صحیح تلاوت فرمائی اور اس کا موازنہ وید کی بعض شرتیوں سے کیا۔

فرمایا کہ قادیان کے احمدی کہتے ہیں کہ ہر دیش میں ایشور کے اوتار آتے ہیں دنیا کہتی ہے نہیں اوتاروں کے لئے بعض ممالک مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ مگر احمدیوں کا کہنا ٹھیک ہے۔ لازم ہے کہ ہم ایسی آنکھ پیدا کریں جو آکاش دوتوں کو پہچان سکے۔

کلکتہ کے کثیر الاشاعت اخبار "جگو گانشر" کے ایڈیٹر شری دیو کانند مکھرجی نے بنگلہ زبان میں تقریر کی ادبی لحاظ سے تقریر بے مثال تھی۔ ہندوؤں کے اجتماع کی ایک وجہ ایڈیٹر موصوف کی متوقع شمولیت کا اعلان تھا۔ تقریر عام رنگ کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام مذاہب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بین الملل تعلقات کی بنیاد محبت پر ہو اور یہ کہ خوش خلقی، احسان، محبت وغیرہ قابل قدر اوصاف ہیں۔ فرمایا زمین پر بسنے والے مختلف الخیال ہوتے ہوئے بھی ان مشترک باتوں پر متحد العمل ہو سکتے ہیں۔

بعد ازاں روسی نمائندہ مسٹر فخر الدینوو اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ روسی قونصل کے محکمہ پبلسٹی کے انچارج اور معروف رسالہ "سوویٹ دیش" کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ بڑی صبری سے احباب آپ کی تقریر کے منتظر بیٹھے تھے۔ آہنی دیوار کے اس پار کا رہنے والا کچھ اپنے دیش کی باتیں سنانے آیا تھا۔ جہاں انسان کا خیال تو جا سکتا ہے مگر جسم نہیں۔ آپ کی تقریر انگریزی میں ہوئی۔ اور موضوع تقریر روس میں مذہب کا مقام" تھا۔ آپ نے فرمایا روس میں نہ تو مذہب ریاستی معاملوں میں دخل دے سکتا ہے اور نہ ریاست مذہبی امور میں۔ حکومت کی طرف سے مذہبی اداروں کی کوئی امداد نہیں کی جاتی ہے۔ لیکن تمام مذاہب کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہیں۔ بلکہ مذہب ایک شہری کا خالصۃً ذاتی و خانگی معاملہ ہے۔ دینی معاملات میں ہر ایک کو حریت ضمیر حاصل ہے۔ مزید فرمایا کہ روس میں عیسائیوں کی غالب اکثریت ہے۔ بیشتر عیسائی "روسی آرتھوڈوکس چرچ" کے ماتحت ہیں اور ان کے روحانی سربراہ ریورنڈ آرکبشپ ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے مسلمان دوسرے نمبر پر ہیں اور ان کے دینی مراکز چار ہیں باکو (آذربائیجان)، تاشقند (ازبک)، ادفا (بشکیر) اور بوئیناقش (داغستان)۔ مسلمانوں کی اکثریت سنی ہے۔ لیکن آذربائیجان کے علاقوں میں کافی اہل تشیع ہیں اور کچھ دوسرے علاقوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام کو روس میں وہی حقوق حاصل ہیں جو دوسرے مذاہب کو ہیں۔ سوویٹ یونین کے مسلمانوں کے نمائندہ شیخ الاسلام اخوند تاج علی زیدی ہیں۔ بدھ مت کے ماننے والے بھی روس میں ہیں۔ ان کے مذہبی راہنما بندہ بیر دھمبو لامہ کوشی نیاوریا ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ یہودی بھی ہیں۔ آپ کی تقریر سلجھی ہوئی تھی اور معنی خیز۔

پروفیسر ہیرالال چوپڑہ ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی، جنرل سیکرٹری "ورلڈ ریلیجنز کانفرنس" نے سیرت پاک پر تقریر فرمائی گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے آپ ایران تشریف لے گئے تھے اور وہاں کافی عرصہ تک علوم شرقیہ بالخصوص فارسی، پہلوی زبانوں کا مطالعہ فرماتے رہے۔ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور بعض نزاعی مسائل کا معقول جواب دیا۔ اسلامی معاشرہ میں غلامی کو رواج دینا، دیگر مذاہب کے فروغ کو برداشت نہ کرنا وغیرہ سوالوں کا رد پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات رواداری مساوات، غرباء پروری اور فراخدلی کی حامل ہیں۔ ایک موقعہ پر آپ نے ڈرامائی انداز میں دیوار سے آویزاں ایک سرخ ریشمی پارچہ پر سفید حروف میں لکھی ہوئی حدیث "کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہ کاھنا" کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور حدیث کو پڑھتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہندوستان دانا وہ نبی ہے جس نے ہندوستان کے ایک مقدس اوتار کے نزول کا پتہ دیا ہے۔ آپ کی تقریر قرآن پاک و احادیث کے برمحل حوالوں سے مزین تھی۔ فارسی، اردو میں تھے۔ آپ کی محققانہ باتیں سلیس و ادیبانہ زبان اور دلچسپ اسلوب بیان سامعین کی گرویدگی کو ابھارتی رہیں۔

صدر جلسہ جناب پروفیسر تری پوراری چکرورتی نے انگریزی میں تقریر فرمائی۔ کلکتہ یونیورسٹی کے کامیاب پروفیسر و عوامی مجلسوں کے مقبول مقرر ہونے کی وجہ سے آپ کی تقریر نے حاضرین مجلس کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی۔ آپ کی انگریزی زبان بلند پایہ ادق اور معیاری ہونے سے عام فہم نہیں تھی۔ البتہ انگریزی زبان میں اچھی صلاحیت رکھنے والوں نے خوب سمجھا اور باقی لوگوں نے اشارے سمجھے اور زبان نا آشنا حضرات نے لب و لہجے سے حظ اٹھایا۔ آپ نے فرمایا مذہب نام ہے حقیقت کی تلاش کا اور حقیقت ہی خدا ہے۔ تجسس پیہم بشر کے سفلی رجحانات کو ختم کرتا اور جذبۂ محبت کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ آپ نے کہا انسان خدا تو نہیں خدا نما بن سکتا ہے۔ ہم سب مختلف راہوں سے ایک ہی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ چاہیئے کہ ہم تخفیف فاصلہ والی راہ اختیار کریں جو عمومی راہ ہوتی ہے تمام مذاہب کی سادہ اور سیدھی باتوں میں اشتراک عمل ہو سکتا ہے۔ آج کی نشست شبانہ میں ہم اسلئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ اختلافات کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے اتفاق و ہم آہنگی کی تلاش کریں۔ تقریر کے فلسفیانہ عمق میں بعض اہم نکتے ایسے بھی تھے جو انسانی زندگی کے لئے مفید اور لائق عمل ہیں۔ چونکہ رات کے آٹھ بج رہے تھے اور صدر محترم کو بعض دیگر مصروفیات بھی تھیں لہٰذا آپ نے کرسی صدارت جناب پروفیسر ہیرالال چوپڑہ کے سپرد کر دی اور معذرت طلبی کے بعد مکرم مولوی بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

ریورنڈ پی۔ کے۔ اے۔ ادھیکاری نے حضرت مسیح علیہ السلام کی سیرت پر بنگلہ زبان میں تقریر فرمائی۔ آپ نے حضرت مسیح کے حالات زندگی کو اختصار سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسیح کا فیضان ہے کہ مشرق وسطیٰ و ممالک یورپ کی قدیم وحشی قومیں آج مہذب و متمدن کہلاتی ہیں۔ دین عیسوی کی خوش آئند تعلیمات عفو، عدم تشدد و امن پسندی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان ہی اصول پر عمل کر کے انسان جام نجات نوش کر سکتا ہے

جناب ایس۔ سیٹھ کلکتہ صاحب نمائندہ پارسی

مذہب کے حضرت زرتشت علیہ السلام کی سیرت پر اردو میں تقریر کی۔ آپ نے آغاز تقریر میں کہا کہ ایسی مجلس جہاں پیشوایان مذاہب کے حالات زندگی بیان کئے جائیں بابرکت ہوتی ہے اور اس کے لئے جماعت احمدیہ کی مساعی جمیلہ قابل تحسین ہیں۔ آپ نے حضرت زرتشت کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے اور اپنے مقدس صحیفہ ژند و آوستا کے افادی پہلو کو نمایاں کیا۔ یزداں و اہرمن کی حقیقت بیان کی۔ اور ایرانی پیغمبر کی تعلیمات پر روشنی ڈالی آپ نے آخر میں فرمایا کہ ہم لوگوں کو چاہیئے کہ احمدیہ انداز فکر کو اپنائیں اور ایسی مجالس قائم کریں جہاں مل بیٹھنے کے مواقع میسر آئیں۔ تقریر کی زبان خوبصورت اور ادبی تھی۔ جناب رستم خنگلٹ صاحب کے بعد صاحب صدر نے دمنگ کے وقفہ میں فرمایا کہ احمدیوں کی یہ تحریک ادیان عالم کے علمبرداروں کو ایک مشترکہ اسٹیج پر لایا جائے ایک فعل مستحسن ہے۔ ضرورت ہے کہ اس تحریک کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

اجلاس کی طوالت متقاضی تھی کہ قرآن پاک کی دوبارہ تلاوت ہو۔ لہذا مکرم الحاج محمد شمس الدین صاحب نے اس مقدس فریضہ کو ادا فرمایا۔

جناب ڈاکٹر محمد عارف خانصاحب گونڈوی نے نہایت خوش الحانی سے نظم "گوکل والے شیام کنہیا بھارت میں خوش کام کنہیا" پڑھ کر سنائی۔ آپ جب تک یہ نظم پڑھتے رہے حاضرین جلسہ خراج تحسین ادا کرتے رہے

؎ دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی

مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل کا موضوع تقریر "کرشن اول و کرشن ثانی" تھا۔ آپ نے حضرت کرشن علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے فرمایا کہ کرشن جی کی زندگی پاپ اور ادھرم کے خلاف ایک مجاہدہ تھی جو اپنے وقت پر مہا بھارت کی جنگ میں متشکل ہوئی۔ بخصوصیت سے آپ نے کنس کی مخالفت، ارجن کی ہدایت، گوپیوں کی بزم، فنون جنگ کی ترویج وغیرہ پر روشنی ڈالی۔ آپ نے حضرت کرشن کے کیریکٹر کا وہ حصہ جو ہندوؤں کی بے جا عقیدتمندی سے قابل اعتراض بن گیا ہے پیش فرمایا اور مخالفین کے اعتراضات کا بطریق احسن جواب دیا۔ گیتا کے شلوکوں سے آپ کی تقریر آراستہ تھی فرمایا حضرت کرشن نے اپنی آمد ثانی کا ذکر کیا ہے اور یہی کلنکی ہے جس میں آپ کو آنا ہے۔ فاضل مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوے کے ثبوت میں کہ آپ ہی وہ کرشن ہیں جن کا انتظار ہے بہت سے دلائل دیئے اور گیتا و احادیث سے حوالے پیش کئے "کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا" کی وضاحت فرمائی۔ اس تقریر نے خلوص و محبت کی ایک نئی فضا پیدا کر دی۔

جناب کیپٹن بھاگ سنگھ صاحب جنرل سیکرٹری سکھ کلچرل ایسوسی ایشن نے اردو میں حضرت گورو نانک کے حالات زندگی و تعلیمات پر تقریر فرمائی۔ تقریر دلچسپ اور معلوماتی تھی۔

بابو پورنندو موہن گھوش ایم اے بی ایل نے وحدانیت پر بنگلہ زبان میں تقریر کی۔ آپ علم اللسان کے اسکالر ہیں کلمہ طیبہ کی آپ نے تحلیل نحوی کی اور اس کے مقابل پر سنسکرت کے الفاظ پیش کئے۔ اور ذوقی رنگ میں دلچسپ معنی کئے۔ دوران تقریر میں رابندرناتھ ٹیگور کے اشعار بھی پڑھے گئے۔

شری دیو نرائن پانڈے نے ویویکانند جی مہاراج کے پیش کردہ مسلک کی وضاحت فرمائی اور ان کے روحانی مقام کا ذکر فرمایا۔ آپ کی تقریر ہندی میں تھی ... تھی۔

جناب ناصر احمد صاحب بانی نے درثمین کی نظم "جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے" کو ایسے وقت میں پڑھا جب مسلسل تقریری پروگرام کی وجہ سے دماغ فرار و گریز کی طرف مائل تھا۔ ہمارے نوعمر عزیز کے مؤثر و شیریں لحن نے وجدان میں سرور پیدا کر دیا اور محفل جو برخواست ہوا چاہتی تھی ایک بار پھر جم گئی۔

آخر میں مکرم جناب مولوی بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے صدر و حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس طرح ساڑھے نو بجے رات کو جلسہ ختم ہوا۔

اس جلسہ میں تمام احمدی شریک تھے مستورات کے لئے پردے کا خاص انتظام تھا۔ تین بجے دن کو مکرم میاں محمد صدیق صاحب بانی، جناب میاں محمد بشیر صاحب سہگل، مکرم میاں محمد یوسف صاحب بانی اور میاں محمد حسین صاحب کی موٹریں انجمن احمدیہ میں پہونچ گئیں۔ خدام نے مہمانوں، مقررین اور مستورات کو لانے اور لے جانے میں ان ہی موٹروں سے کام لیا۔ رات کے گیارہ بجے تک موٹریں جلسے کے لئے وقف رہیں۔ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا بزرگوں کو نیک اجر دے۔ آمین۔

اس کے علاوہ جلسہ کے دیگر انتظامات لیکچراروں کو تقریر کے لئے آمادہ کرنا۔ ان سے وقت لینا۔ مہمانوں کے استقبال وغیرہ کاموں میں جماعت کے تمام افراد نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا خدا تعالیٰ سب کے اخلاص میں برکت دے۔ اور ان کی خدمات کو شرف قبولیت بخش دے۔ آمین۔

موم علیل ہیں احباب ان کی شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار محمد عمر بالا باری متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ

روحانی ترقی کے بغیر مادی ترقی بیہودہ ہے

(بقیہ صفحہ ۲۰)

کو طے کرنے کے لئے لازمی ہے بلکہ آنے والی زندگی کے لئے بھی ازبس ضروری ہے۔

مذکورہ بالا ہمارے اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم موجودہ سائنس اور موجودہ ایجادات کی افادیت کے منکر ہیں۔ قدرت کی پیدا کردہ چیزوں کو کام میں لانا اور ان سے انسانیت کی بہتری اور بھلائی کے لئے خدمت لینا سچے مذہب کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اسلئے جہاں تک سائنس کا تعلق ہے ان کی افادیت میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے خالق کو نہ بھلا دے ورنہ یہی ایجادات انسانیت کے لئے مفید ہونے کی بجائے اس کی تباہی کا موجب ہوں گی۔ جبکہ انسان ایک عرصہ سے اس کا تجربہ کر رہا ہے۔

پس ان تمام سائنسی ایجادات اور اس کی افادیت کے باوجود انسان کو حقیقی سکون اور خوشی حاصل کرنے نیز روحانیت میں ترقی کرنے کے ان اصولوں پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔ جن پر گامزن ہو کر ہمارے بزرگوں نے حقیقی اور دائمی خوشی حاصل کی۔ وہ اصول جو مختلف مقدس اور مذہبی کتابوں میں درج ہیں۔ مختصراً حسب ذیل ہیں۔

اول۔ انسان اپنی زندگی کے اہم مقصد یعنی اپنے خالق کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہے اور اپنے خدا پر بھروسہ رکھے اور اس کے علاوہ کسی اور ہستی کو اس کا درجہ نہ دے۔

دوم۔ گناہ کے خیالات کو دل میں جگہ نہ دے اور اگر گناہ کے لئے پھولوں کی سیج پر بھی بلایا جائے تو اپنی ہمت سے بچے۔

سوم۔ اپنی روح کو باوجود عیش و عشرت کے سامان مہیا ہونے کے پاکیزہ رکھے۔ کیونکہ عیش و عشرت کے سامان حقیقی راحت رساں نہیں ہوتے۔ ان سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ عارضی بجلی اور نقلی ہوتی ہے۔ اور بالخصوص یہ راحت روح اور دل کی تسلی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے

جہاں کی زینتیں راحت رساں ہیں چشم غافل میں
مگر حق جو کے مضطر دل کو ساکن کر نہیں سکتیں

چہارم۔ تنگ دستی اور فراخ دستی ہر دو حالتوں میں راستی پر قائم رہے کتنی ہی عظیم الشان مصیبت ہو۔ سر پر ننگی تلوار ہو اور سر قلم ہونے کا اندیشہ ہو لیکن سچائی کو کبھی نہ چھوڑے۔

پنجم۔ حرص اور لالچ کے مادہ کو بڑھنے سے روکا جائے۔

ششم۔ دل آزاری اور فرقہ پرستی کے خیالات کو یکسر چھوڑ کر ہر بنی نوع انسان کی بھلائی چاہنے کے لئے تیار رہے۔

قرآن پاک نے مختلف پیرایوں میں مندرجہ بالا امور کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی ہے۔

مذکورہ بالا چیزیں انسان کی روحانیت کو بڑھانے والی ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے انسان کو حقیقی سکون مل سکتا ہے۔

دنیا آج امن کی متلاشی ہے۔ اور ہر سیاسی لیڈر اپنے آپ کو امن کا دیوتا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے سیاسی لیڈر انسان کو "امن شانتی" کا لفظی پیغام تو دے سکتے ہیں۔ لیکن حقیقی امن نہیں دے سکتے۔ امن اور شانتی حقیقی رنگ میں ہمیشہ روحانی لیڈروں نے دی ہے اور اب بھی ہماری روح کی تسکین انہی لوگوں کے ذریعہ ہوگی

اس زمانے میں شانتی کا وہ عظیم الشان مقام جہاں سب سے پہلے امن کی آواز بلند ہوئی اور روحانیت کا وہ چشمہ جو دنیا میں قیام امن کی آواز بلند ہوئی اور روحانیت کا چشمہ جو دنیا میں قیام امن کا حقیقی ذریعہ بننے والا ہے۔ قادیان کی مبارک سرزمین میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس کے فیض و برکت سے ہندوستان آج روحانیت کے لحاظ سے دنیا کی امیدگاہ بنا ہوا ہے۔ گو دنیا ابھی تک اس حقیقی امن کے چشمے سے بے خبر ہے۔ مگر وہ وقت بہت نزدیک ہے جب تھکی ہوئی دنیا امن و امان کی تلاش کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائے گی تو اس کی نگاہ آکر یہیں ٹھہرے گی۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے مادیت کی بجائے روحانیت کا پیغام نشر ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس چشمے کی طرف بھاگے ہوئے آتے ہیں اور حقیقی امن اور شانتی حاصل کرتے ہیں۔

درخواستہائے دعا

۱۔ میری اہلیہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہے ان کی کامل شفایابی کیلئے احباب کرام سے مؤدبانہ درخواست دعا ہے۔ خاکسار سید محمد قریشی دہلی

۲۔ مکرم مولوی بی عبداللہ صاحب مبلغ کیرالا اسٹیٹ ایک لمبے عرصہ سے ذیابیطس کے عارضہ سے ...

دنیا کا خدا کی طرف رجوع

از محترم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ

ایک فلاسفر کے نزدیک عالم تکوین کی صنعت، اُس کے نظام اور ترتیب سے خدا کی ہستی پر دلالت نکلتا ہے۔ اور اگر اُس کے غور و فکر کی راہیں درست ہوں تو اُس کا نتیجہ اثبات میں ہوگا۔ لیکن اگر اُس کی عقل پگڈنڈی سے بھٹک گئی تو اُن کا دامن خار دار جھاڑیوں میں اُلجھے بغیر نہیں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فلاسفروں نے خدا کی ہستی کا اقرار کیا اور بعض نے انکار۔ لیکن اگر فلاسفر اقرار بھی کرے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہے گا کہ "خدا ہونا چاہیئے" لیکن خدا تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کے استدلال کا نتیجہ "ہونا چاہیئے" کی بجائے "ہے" ہوتا ہے۔ وہ خدا کی معرفت حاصل کر کے اُس کی ہستی کے متعلق دلائل دیتے ہیں۔ وہ اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اُن کا استدلال ہونا چاہیئے کی بجائے "ہے" ہوتا ہے۔ فلاسفر ظاہر سے باطن پر استدلال کرتا ہے۔ لیکن نبی باطن میں پہنچ کر ظاہر کی خبر لاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی سب سے بڑی غرض دنیا کو خدا کا چہرہ دکھانا ہوتا ہے۔ جب دنیا اپنے پیدا کرنے والے سے ناطہ توڑ لیتی ہے۔ جب قلوب سے خدا کی محبت معدوم ہو جاتی ہے۔ جب دلوں میں عشق الٰہی کی آگ راکھ کے ڈھیروں میں دب جاتی ہے تو خدا کے مامور اس چنگاری کو سلگانے کے لئے آتے ہیں۔ اُن کے آنے کی غرض خالق و مخلوق کے رشتہ کو استوار کرنا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے اترے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہونٹوں پر اُس کا ذکر ہے لیکن دل اُس سے پھر گئے ہیں اس لئے خدا نے کہا کہ میں نیا آسمان اور نئی زمین بناؤں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اُس کے ہاتھ سے اور اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں"

نیز آپ نے بیعت کی غرض اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کا غلبہ بیان فرمائی آپ فرماتے ہیں:۔

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولا کریم اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے" (نشان آسمانی ص۴۲)

آپ نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں اپنے آنے کی غرض مخلوق کو خدا کی طرف کھینچنا ہی بیان فرمائی ہے (تریاق القلوب ص۹۱)

پس اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا ہے روٹھی ہوئی دنیا کو خدا کے آستانہ پر لانا ہی انبیاء علیہم السلام کی آمد کی غرض ہوا کرتی ہے۔ اور یہی وہ کام ہے جس کے لئے جماعت احمدیہ کا قیام ہوا ہے۔

فلسفہ مادیت اور بعثت مسیح موعود علیہ السلام

فلسفہ مادیت۔ مذہب اور تصور الوہیت کا شدید مخالف ہے۔ اُس کی بنیاد اور دائرہ عمل مادہ ہے۔ لہٰذا اُس میں مابعد الطبعیات کے کسی تصور کی گنجائش نہیں۔ اس فلسفہ کے عروج کے وقت میں خدا نے مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ آج ضرورت کسی بحث و تحقیق کرنے والے کی نہ تھی۔ آج منکر خدا کے مقابلہ میں اُس کی ضرورت تھی جو خدا کا روشن چہرہ دنیا کو دکھا دے۔ جو اُس کی بارگاہ میں قبولیت پاکر وہاں کی خبر لائے۔ اور یہ کسی انسان کے اختیار میں نہ تھا۔ اس طرف دنیا کو وہی بلا سکتا تھا۔ جسے خدا خود اس غرض کے لئے کھڑا کرتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مذاہب کو نشان نمائی کے لئے بلایا۔ اور کہا وہ مذہب آج مذہب کہلانے کا مستحق نہیں جس میں خدا نمائی نہیں۔ پس مادی فلسفہ کے زمانہ میں ایسے مقرب بارگاہ الٰہیہ کا ظہور اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے زبردست نشانوں سے دنیا کو اس طرف کھینچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ڈوئی اور آتھم کا نشان خدا نے عیسائی دنیا کو دکھایا اور لیکھرام کا نشان ہندو مت کو آپ کے نشان کے مقابل پنڈت لیکھرام نے بھی خدا سے منسوب کر کے اپنی کتاب کلیات آریہ مسافر میں بعض خبریں دی تھیں۔ پس مادی فلسفہ کی تاریکی کے دور میں مسیح موعود کی بعثت روشنی کا مینار تھی۔ جسے دیکھ کر بھولے بھٹکے لوگوں نے خدا تعالیٰ کی طرف راہ پائی۔ اور پا رہے ہیں۔

خدا کے عظیم الشان نشانات اور انکا نتیجہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں ایسے عظیم تغیرات کی خبر دی ہے کہ جو کسی انسان کے بس میں نہیں۔ آپ نے دنیا کو ایسی خطرناک تباہی کی خبر دی ہے کہ جس کی نظیر دنیا نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ حقیقۃ الوحی میں حضور نے ایسے دردناک الفاظ میں دنیا کو تباہی کی خبر دی ہے کہ اُس کے پڑھنے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بلکہ آپ کا ایک الہام ہے کہ یوں معلوم ہوگا جیسے ایک دن میں دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا اور تباہی کے بعد میں اسلام کی ترقی لے کر آئے گی۔ ملاحظہ ہو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد حضور سورۃ تطفیف کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اسلئے یہاں کلّا کا تکرار اس عذاب شدید کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اسے عیسائیو! جواب ہوشیار ہو جاؤ۔ تم مطففین بنے ہوئے دوسروں کے حقوق غصب کر رہے ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کلّا کے اس تکرار پر غور کرنے سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہاں تین دفعہ کلّا کفر کے ذکر کے بعد آتا ہے۔ اور ایک دفعہ کلّا مومنوں کے ذکر سے پہلے ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تین جھٹکے عیسائیت کی تباہی کے لئے لگیں گے اور چوتھا جھٹکا اسلام کے قیام کا موجب ہوگا۔ لیکن جہاں تک عقل کام دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی۔ پہلا جھٹکا تھا جو عیسائیت کو لگا۔ اب دوسری جنگ جو شروع ہے یہ دوسرا جھٹکا ہے (یہ تفسیر دوسری جنگ عظیم کے ایام میں لکھی گئی تھی۔ سیف) اس کے بعد ایک تیسری جنگ عظیم ہوگی جو مغرب کی تباہی کے لئے تیسرا اور آخری جھٹکا ہوگا۔ اس کے بعد ایک چوتھا جھٹکا لگے گا جس کے بعد اسلام اپنے عروج کو پہنچ جائے گا۔ اور مغربی اقوام بالکل ذلیل ہو جائیں گی"

(تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم)

پس پیشگوئیاں موجود ہیں یہ خلاء جو مغرب کی تباہی سے پیدا ہوگا اس خلاء کو وہی نظریہ پر کرے گا جو اس کا نقیض اور مقابل ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ اشتراکیت جو سب سے بڑی مادہ کی پرستار تھی جس نے سب سے زیادہ اور بہت خطرناک پراپیگنڈا اُس قادر مطلق کی ذات کے خلاف کیا۔ آج اس کے نظریات کو خود اُس کے حامل چھوڑ رہے ہیں۔ آج خدا کے خلاف وہ پہلی سی طنز اور استہزاء ان کے لٹریچر میں نہیں بلکہ وہ لٹریچر نا پید ہو رہا ہے جس میں مذہب اور خدا کے خلاف زہر اگلا گیا تھا۔ مجھے اس پر بحث نہیں کرنا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ سیاسی لیڈر اور سیاسی مسائل کے ماہر اس کی سیاسی وجوہات بیان کر سکتے ہیں لیکن اُس میں کوئی کلام نہیں کہ تاریخ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ وہ زور اور شدت جو ان کی طرف سے خدا اور مذہب کے خلاف تھا اب نہیں رہا۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ خود بڑے بڑے سائنس دان اور فلاسفر اب خدا کی ہستی کا برملا اقرار کر رہے ہیں۔ اکتوبر کے ریڈرز ڈائیجسٹ میں مسٹر اسے۔ کریسی ریسی سابق صدر نیو یارک اکیڈیمی آف سائنس نے اپنے معرکۃ الآراء مضمون میں اس امر کا اظہار کیا۔ اس زمین و آسمان کی پیدا کرنے والی ایک ہستی موجود ہے۔ آپ کے مضمون کے بعض حصوں کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں سات دلائل دیئے ہیں۔ مضمون کے بعض حصے درج ذیل ہیں وہ لکھتا ہے:۔

"حسابی قاعدوں سے کسی قسم کا انحراف کئے بغیر ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ اس کائنات کا نقشہ بنانے والی اور پھر اسے عمل کا جامہ پہنانے والی ایک ایسی ہستی ہے جو عظیم انجنیری صلاحیتوں کی مالک ہے۔

قدرت میں معاشی توازن کا جو عمیق نظام ہے۔ وہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم کسی ایسے خالق ہستی پر یقین کریں جس نے کمال دور اندیشی سے کارخانہ کو قائم کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان خود خدا کی ہستی کے بارہ میں سوچتا ہے خدا کے وجود کا واضح ثبوت ہے"۔

بلکہ مسٹر ماریسن کو وحشی جانوروں کی تخلیق میں خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"وحشی جانوروں کی ذہانت ایک قادر مطلق ہستی کا منہ بولتا ثبوت

ہے۔"

پھر کیا اسی ماہ کی نیویارک ٹائمز کی یہ خبر جو سارے مسلم پریس میں گونجی ہے اس امر کی دلیل نہیں کہ دنیا کا رجوع خدا کی طرف ہو رہا ہے۔

نیوامریکن لائبریری پبلشنگ ہاؤس نے اعلان کیا کہ ایشیا اور مشرق وسطی کی جتنی مذہبی کتب اس نے شائع کیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مقبول کتاب قرآن مجید کا ترجمہ ہے اور جب دنیا اس عظیم الشان کتاب کی طرف توجہ کرے گی۔ تو اس کی ایک ایک آیت میں اُسے اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت نظر آئے گا۔

پھر مشہور فلاسفر مسٹر C.M. Joad کی کتاب A guide To Modern Thought ملاحظہ ہو اس کتاب میں فاضل مصنف نے اقرار کیا ہے کہ پچھلی صدی میں سائنس مادیت کی طرف جا رہی تھی۔ لیکن بیسویں صدی کی ابتداء سے یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ اس کا یہ رجحان الٹ طرف چل پڑا۔

سائنسدانوں کی دلیل کا سارا زور اس حصہ پر ہوتا تھا کہ ہم نے تحقیق کی ہے ہمیں خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ ہم نے مادہ کے بال کی کھال اتار لی ہے۔ ہمیں خدا کے وجود کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس سے کمزور استدلال اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب تمہاری تحقیق ہے ہی مادہ کے اندر تو خدا کوئی مادی وجود تو نہیں کہ وہ تمہیں مادہ کی تلاش اور تجزیہ کے نتیجہ میں مل جائے۔ اُس کو دیکھنے کے لئے خوردبین کی ضرورت نہیں اُس کے لئے تو دل کی خوردبین کو حرکت میں لانے کی ضرورت ہے۔

پھر یہ تغیر بھی کوئی کم نیک نہیں کہ اب سائنس کی دنیا میں وہ سائنسدان اُبھر رہے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کی ہستی کا اقرار سب سے عظیم صداقت کا اقرار ہے۔ زمین و آسمان کے ایک ایک ذرہ پر اُس کی ہستی کے نقوش موجود ہیں۔ اُس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اس سائنسدان (میری مراد ڈاکٹر عبدالسلام سے ہے) کا نظریہ اُس کے آقا مسیح موعودؑ کی زبان سے سُنئے۔ وہ اپنی تحقیق کا اعلان ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"کیا ہی بدبخت وہ انسان ہے
جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ
اُس کا ایک خدا ہے۔ ہمارا
بہشت ہمارا خدا ہے۔ کیونکہ
ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک
خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت
لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان
دینے سے ملے۔ اور یہ لعل
خریدنے کے لائق ہے اگرچہ
تمام وجود کھونے سے حاصل
ہو۔ اے محرومو! اس
چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ
تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ
زندگی کا چشمہ ہے۔ جو تمہیں
بچائے گا۔ میں کیا کروں اور
کس طرح اس خوشخبری کو دلوں
میں بٹھا دوں۔ کس دف سے
بازاروں میں منادی کروں
کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ
سُن لیں اور کس دوا سے
علاج کروں تا سُننے کے لئے
لوگوں کے کان کھلیں"۔
(کشتی نوح)

خدا کی ہستی کا اقرار اُس زمانہ میں بھی تھا جب دنیا تہذیب سے ناآشنا تھی۔ جب انسان کے مسکن وحشی درندوں سے مختلف نہ تھے۔ اور جب علوم و فنون کی ترویج ہوئی اور انسان نے بال کی کھال اُتارنے کی کوشش کی۔ اُس وقت بھی خدا کی ہستی کا اقرار کرنے والے موجود رہے ہاں سائنس جو خدا کا فعل ہے۔ جب یورپ میں اس کی ترقی ہوئی اور جاہل پادریوں نے سائنس کے نظریات کی مخالفت بوجہ اپنی جہالت کے کی تو اُس کا ردعمل مذہب اور تصور الوہیت کی مخالفت کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ لیکن یہ دور کوئی لمبا عرصہ نہ رہا اور علمی طور پر بھی یورپ کے ذہن ایک نہیں متعدد سائنسدانوں نے خدا کی ہستی کا اقرار کیا۔ تا آنکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ موعود آ گیا جس نے پھر اس زور سے اس کے نام کی منادی کی کہ آج اُس کے پیغام کی صدائے بازگشت دنیا کے ایوانوں میں سنائی دے رہی ہے۔

اے خدا وہ دن جلد لا جب تیری بھٹکی مخلوق پھر تیرے آستانہ پر کھڑی تجھے ہی پکار رہی ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

وہ جو لنکا میں ڈیرا ڈبر میں گو تھا
وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو

درخواست ہائے دعا

۱۔ اس سال میں ایک امتحان میں شامل ہو رہا ہوں اس میں کامیابی کے لئے نیز خاکسار کی بیوی بیمار ہے ٹائیفائیڈ بھی رہے اس کی صحت کے لئے مجلس درویشان کرام اور احباب جماعت سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے

خاکسار محمد صدیق سلیم
بشیر آباد سندھ

سماجی اصلاح کیلئے رسول اللہؐ کی تعلیمات (بقیہ صفحہ)

اور تمام مومن اللہ پر اس کے فرشتوں پر اسکی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر بلا امتیاز رسول و دون رسول ایمان لاتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی مسلمان نے یہ کہہ کر یہودی کو چڑایا کہ ہمارے محمد رسول اللہ تمہارے موسیٰ سے افضل ہیں تو حضور صلعم نے اسے ناپسند فرمایا اور حکم دیا کہ مجھے موسیٰ اور یونس پر اس رنگ میں فضیلت نہ دیا کرو جس سے انکے ماننے والوں کی دلآزاری اور خدا کے ان بزرگوں کا استخفاف لازم آئے۔ باوجودیکہ قرآن کریم نے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض کہہ کر مسئلہ فضیلت کو حل کر دیا ہے تاہم ایسے رنگ میں اس کا مظاہرہ کرنا کہ شیعہ سنی کی طرح بین الاقوامی دائمی "تفضیلیت" کی داغ بیل پڑ جائے جو ہمیشہ پروان چڑھ کر خون خرابہ کرواتی رہے۔ ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

طلب العلم فریضۃ

رسالت نبوی کے وقت خطۂ عرب میں جہالت کا اب دور دورہ تھا کہ اہل عرب کو ان پر ناز تھا۔ تعلیم کے نام تک سے ناآشنا اور بیگانہ تھے بلکہ تحصیل علم کو اپنی ریاست کے خلاف یقین کرتے تھے جس طرح آجکل ان پڑھ کو ان گھڑ بے ہنر اور قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس زمانے میں تعلیم پانا رذیلوں کا شیوہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عربوں کو اپنی بے علمی اور امیت پر فخر تھا۔

ان حالات میں حضرت رسول مقبول صلعم نے فرمایا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ پھر فرمایا اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔ اسی طرح تلقین فرمائی اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔ نیز قرآن کریم نے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ پھر قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کو خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ قل رب زدنی علما۔ اے میرے رب مجھے علم میں اضافہ کر۔ یہ بھی صاف پتہ دیتی ہے کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے نزدیک علم و فن کتنی بڑی دولت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کو مختلف طریقوں سے تحصیل علم کی رغبت دلائی گئی ہے۔

ایک دفعہ کچھ جنگی قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ پیش آیا اور قرار پایا کہ فدیہ لیکر انہیں آزاد کر دیا جائے۔ لیکن جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کا یہی زرفدیہ قرار پایا کہ وہ انصار کے چند بچوں کو پڑھا دیں۔ اسی طرح اور مختلف ذرائع سے ان بدوؤں کو ہمیشہ یہ تلقین کی گئی کہ جہل مرکب کا پورانا اور بوسیدہ لبادہ اتار پھینکیں اور زیور علم سے اپنے تئیں آراستہ و پیراستہ کریں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عرب جو پہلے جہالت میں اپنی مثال آپ تھے ان کی ایسی کایا پلٹی کہ ہر علم و فن میں گزشتے سبقت لے گئے یہاں تک کہ تمام علوم و فنون میں دنیا کے استاد بن گئے۔ مولانا حالی نے خوب کہا ہے:۔

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت
طبیعی، الٰہی، ریاضی و حکمت
طب اور کیمیا، ہندسہ اور ہیئت
سیاست، تجارت، عمارت، فلاحت
لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم
نشاں ان کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

سیر و سیاحت

طلوع اسلام سے پہلے عرب ان کے رہنے والے بالعموم جزیرۂ عرب کی چوہدی میں بند تھے اور کنوئیں کے مینڈک کی طرح اسی ملک کو ساری دنیا گمان کرتے تھے۔ بیرونی دنیا سے انہیں کوئی علاقہ اور سروکار نہ تھا، نہ کہیں آنا نہ کہیں جانا، تہذیب و تمدن سے عاری، وحشی و بہائم کی زندگی اور اسی طرز زندگی پر ناز و غرور، تنگ نظری، تعصب اور خود پسندی کے شکار، غرض قید تنہائی کا سا حال تھا۔

اسلام آیا اور اُنہیں سیروا فی الارض کہہ کے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی تلقین فرمائی، پھر موقع و محل کے مناسب الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا کے ذریعہ پھیلاؤ کی تحریص دلائی۔ پھر فرمایا ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی اور اشاعت اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ دیگا تو اللہ تعالےٰ اس کو غریب الوطنی کی موت نہیں مرنے دے گا بلکہ اس کی تنگی کو فراخی سے بدل دے گا، اور ہر قسم کے منافع سے بہرۂ وافر عطا فرمائے گا۔

اگرچہ ابتداء میں یہ آوازیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں مگر آخر کار ان کا اثر ہوا اور اسلام لانے والوں کے اندر سیاحت بلاد اور اس کے لوازمات کی ہم رسانی کے ولولے اُبھرنے لگے۔ اور وہ دنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل گئے اور جہاں گئے اسلام کا پرچم لہراتے گئے۔ اب ان کی حالت ایک جگہ بند شدہ اور بودار اور سڑے ہوئے پانی کی نہ رہی، بلکہ عذب و فرات آب رواں بن گئے۔ اور یہ ذوق و شوق مختلف دیار و امصار کی ویرانیوں کو آبادیوں میں تبدیل کرنے لگے۔ اور فی الواقع ان کی حالت یہ ہوگئی کہ:۔

سدا ان کو مرغوب سیر و سفر تھا
ہر اک بر اعظم میں ان کا گذر تھا
تمام ان کا چھانا ہوا بحر و بر تھا

دنیا کا چہرہ جب جنگ کے ہولناک شعلوں سے جھلس گیا۔ تہذیب و ترقی کے رخسار جب داغدار ہو گئے۔ اور جب عصرِ حاضر کی ترقی یافتہ قوموں پر وہ وقت آ گیا کہ

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں بہ رنگِ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار

جب "ڈنمارک" کی سوئی ہوئی آبادی راتوں رات نازیوں کی غلام بن گئی۔ جب بلجیم۔ ہالینڈ اور لکسمبرگ نازیوں کے پنجۂ اقتدار میں آ گئے۔

جب ہٹلر کی طوفانی فوج فرانس کی خوبصورت سرزمین کو روندتی ہوئی رودبارِ انگلستان کے فرانسیسی ساحل تک پہنچ گئی۔ جب البانیہ۔ یوگوسلاویہ اور یونان کی آزادی جرمنی اور اٹلی کی فوجوں نے روند ڈالی۔ اور جب مشرقِ بعید میں قوت و اقتدار کے ایک مصنوعی خدا نے ہر طرف تباہی مچا دی۔

— اس وقت دنیا کے حکمران اذہان پر "اصول ہم وجودیت" کی اہمیت ظاہر ہوئی۔ عرب کے مصلحِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ

کلکم ابناء آدم و آدم من تراب۔ لا فضل لعربي علیٰ عجمي ولا لعجمي علیٰ عربي الا بالتقویٰ۔

تم سب آدم کی اولاد اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے۔

یہ عقیدۂ "ہم وجودیت" کی ایک بر وقت تلقین تھی۔ مسلمان مفکروں کے ایک طبقے نے اس اصول پر ایک نئی دنیا کی تعمیر کی۔ مگر عہدِ جدید کا عفریت جو نشۂ اقتدار میں چُور تھا۔ صدیوں تک اس نظریۂ حیات کی بے حرمتی کرتا رہا۔

اصول ہم وجودیت کی فتح

آخر وہ وقت آیا جب جنگ کے طمانچے کھا کر ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو مسٹر چرچل اور مسٹر روز ویلٹ نے ایک مشترکہ اعلان کیا اور اتحادیوں کی جنگ کا یہ مقصد قرار دیا کہ فتح کے بعد دنیا کی تمام قوموں کو آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق دلایا جائے۔

پھر ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء تک ماسکو میں امریکہ۔ برطانیہ اور روس کے وزرائے خارجہ کی ایک مجلس مشاورت ہوئی۔ اس میں یہ بات طے پائی کہ جنگ کے بعد بین الاقوامی اشتراکِ عمل کا طریقہ رائج کیا جائے۔ یہ اصول ہم وجودیت کی زبردست فتح تھی۔

اس کے بعد دورانِ جنگ میں ۲ر جنوری ۱۹۴۲ء کو دنیا کی ۲۶ قوموں نے محوریوں یعنی جرمنی۔ اٹلی اور جاپان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اس اعلان سے اتحادیوں کو میدانِ جنگ میں سیاسی فتح حاصل ہو گئی۔ اور جنگ کا پانسہ پلٹنے میں اس اعلان نے بڑا کام کیا۔ اس لئے مالٹا کانفرنس میں دنیا کے تینوں سربراہوں یعنی روز ویلٹ۔ چرچل اور سٹالن نے اعلان کیا کہ جن قوموں نے محوریوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہے۔ ان اقوام کے نمائندوں کی ایک کانفرنس بلائی جائے اور ایک انجمن بنائی جائے۔ آج اس انجمن کو مجلس اقوام متحدہ کہتے ہیں۔

ان تینوں سربراہوں نے اس کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کیا تھا کہ جو ملک محوری طاقتوں کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کرے گا۔ اسے اس انجمن کا ممبر نہیں بنایا جائے گا۔ جنگ کے آخری دنوں میں ترکی۔ مصر اور سعودی عرب نے جو محوریوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ یہ ممالک "انجمن اقوام متحدہ" کا ممبر بننا چاہتے تھے۔

مجلس اقوام متحدہ کی بنیاد

مالٹا کانفرنس کے اعلان کے مطابق ۲۵ر اپریل ۱۹۴۵ء کو "سان فرانسسکو" میں ان تمام اقوام کے نمائندوں کی ایک کانفرنس بلائی گئی جنہوں نے محوریوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا۔ اس میں اکیاون قوموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس میں امنِ عالم کا ایک "منشور" تیار کیا گیا۔ جس پر ۲۶ر جون ۱۹۴۵ء کو دنیا کی پچاس اقوام کے نمائندوں نے دستخط کئے۔

اس منشور میں یہ واضح کیا گیا کہ انجمن اقوام متحدہ کے ممبر اس منشور کو مشعلِ راہ بنا کر اقوامِ عالم کے جھگڑوں کا تصفیہ کیا کریں گے۔

متحدہ فوج

ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ یہ انجمن تمام متحدہ قوموں کی شرکت و امداد سے اپنی ایک مخصوص اور الگ جنگی قوت بھی بنائے گی۔ جسے انجمن کا حکم نہ ماننے والی قوموں کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ کوریا اور کانگو میں اقوام متحدہ کی طرف سے جو فوجی مداخلت ہوئی۔ وہ اسی ضابطے کے ماتحت تھی۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد جو لیگ آف نیشنز جمعیۃ الاقوام بنی تھی۔ وہ اس حق سے محروم تھی۔ جارحیت پسندوں کے خلاف مؤثر کارروائی کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی فوج نہیں تھی۔

جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لیگ آف نیشنز کی اس کمزوری کا نہایت واضح الفاظ میں ذکر کیا تھا۔ اور فرمایا کہ اس کمزوری کے باعث اس کی کارروائی ناتمام رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور لیگ آف نیشنز کے ہوتے ہوئے اٹلی نے حبشہ کو ہڑپ کر لیا۔ اور جرمنی نے دوسری عالمگیر جنگ کا اعلان کر دیا۔

مجلس اقوام متحدہ کا پہلا اجلاس

اگلے سال ۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو انجمن اقوام متحدہ کا پہلا اجلاس لنڈن میں منعقد ہوا۔ اس میں ان تمام اقوام کے نمائندوں نے شرکت کی جو اس سے پہلے سان فرانسسکو کانفرنس میں شریک ہو چکے تھے۔ اس اجلاس میں یہ طے ہوا کہ اس انجمن کی جنرل اسمبلی کا اجلاس باقاعدگی سے سال بسال ہوا کرے گا۔ اور اس میں بین الاقوامی اہمیت کے تمام مسائل زیرِ بحث لائے جائیں۔ جس کا اعلیٰ مظاہرہ امسال کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ہوا۔

سلامتی کونسل

اس میں دوسرا اہم فیصلہ یہ ہوا کہ انجمن اقوام متحدہ کے ماتحت "سلامتی کونسل" نام کی ایک مستقل مجلس قائم کی جائے۔ انجمن اقوام متحدہ نے اسی کونسل کو قیامِ امن کا ذمہ دار قرار دیا۔

امریکہ۔ روس۔ برطانیہ۔ فرانس اور نیشنلسٹ چین اس کے مستقل ممبر بنائے گئے۔ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ حسبِ ضرورت اس کے ارکان ممبر بڑھائے جا سکتے ہیں۔ جن کی ممبری کی مدت معین ہو گی۔

ویٹو یا حقِ تنسیخ

دوسری جنگِ عظیم کے عجائبات میں ایک یہ بھی تھا کہ اشتراکی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام دونوں ایک قوی دشمن کے خلاف متحد ہو گئے۔ مگر اشتراکیت اور سرمایہ داری میں جو بُعد المشرقین ہے۔ جوں جوں جنگ کے بادل چھٹتے گئے یہ دوری نمایاں ہوتی گئی۔ اور نظریاتی اختلافات اُبھرنے لگے۔ سلامتی کونسل میں روس نے اپنے کو تنہا پایا۔ کوئی اس کا ہم خیال و ہم عقیدہ نہیں تھا۔ اس لئے روس نے یہ خطرہ محسوس کیا۔ اور یہ احساس بالکل درست تھا کہ انگلو امریکن گروپ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ہر ... کے ہر فساد کو ٹھکرا سکتا ہے۔ اس لئے اس نے دور اندیشی سے کام لے کر ویٹو کا حق تسلیم کرایا۔ یعنی سلامتی کونسل کے ہر رکن کو یہ حق دیا گیا کہ وہ اگر چاہے تو تمام ممبروں کی رائے کو باطل قرار دے دے اور سلامتی کونسل کی تجویز رد کر دے۔

ویٹو یا حقِ تنسیخ۔ روس کے بہت کام آیا۔ آج تک روس نے نوے بار اپنا حقِ تنسیخ یا ویٹو استعمال کیا۔ اس کے مقابل فرانس نے چار بار۔ برطانیہ نے دو بار۔ اور نیشنلسٹ چین نے صرف ایک بار۔ امریکہ نے ابھی تک اپنا ویٹو استعمال کیا ہی نہیں۔

ماتحت کمیٹیاں

اس طرح ۲۵ر اپریل ۱۹۴۵ء کو انجمن اقوام متحدہ پردۂ وجود پر آ گئی۔ اس انجمن کے ماتحت اور بہت سی چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں قائم کی گئیں اور تقسیمِ کار کے اصول پر عمل کیا گیا۔ ایک کمیٹی اقتصادی و معاشرتی امور کی بنائی گئی۔

دوسری کونسل "تولیت" یعنی ٹرسٹی شپ کی بنائی گئی جس کا کام محوری ملکوں کے ساتھ مقبوضہ ملکوں کی نگرانی قرار پایا۔ ان کے علاوہ اور کئی کونسلیں مجلسیں ماتحت کمیٹیاں ادارے اور کمیشن قائم کئے گئے۔

ایک کمیٹی انسانیت کے بنیادی حقوق معین کرنے کی غرض سے قائم کی گئی۔ اور ایک کمیشن ایٹمی توانائی پر بین الاقوامی کنٹرول قائم کرنے کے لئے بنایا گیا۔

آج انجمن اقوام متحدہ کے کام اپنے اجلاسوں۔ کونسلوں۔ کمیٹیوں اور سب کمیٹیوں میں ہوتے ہیں۔ اور اس طرح اس مجلس کا جال کمیونسٹ چین کے علاوہ دنیا کے تمام ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔

ممبروں کی تعداد

سان فرانسسکو میں جب اس انجمن کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس وقت اس کے ممبروں کی تعداد صرف اکاون تھی۔ لیکن ۱۹۶۱ء کے آخر تک اس کی تعداد ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔ افریقہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک جو اس اثناء میں آزاد ہوتے گئے سبھی اس کے ممبر بنتے گئے۔

مجلس اقوام متحدہ کی ضرورت

آج دنیا کے ماحول پر ایک نظر ڈال کے بلا تامل یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسلِ انسانی کی بقا و تحفظ کے لئے اس وقت اتحادی سمجھوتے کی سخت ضرورت ہے۔ چند مسائل جنہیں سلجھائے بغیر نسلِ انسانی باقی نہیں رہ سکتی۔ وہی انجمن سلجھا سکتی ہے۔ ان میں سب سے اہم مسئلہ تخفیفِ اسلحہ کا ہے۔ ہتھیاروں کی نت نئی ایجادوں نے نسلِ انسانی کو معرضِ خطر میں ڈال دیا ہے۔ اگر ان ہتھیاروں

کی صنعت میں تخفیف نہ ہوئی۔ یا ان ہتھیاروں کو انجمن اقوام متحدہ نے اپنی نگرانی میں نہ لے لیا تو قیامت کی گھڑی ہر وقت انسان کے سر پر منڈلاتی رہے گی۔

ہم اس وقت کسی کو ملزم نہیں گردانتے مگر یہ صحیح ہے کہ روس اور امریکہ کی رقابت سے "مجلس اقوام متحدہ" کی کارروائیوں میں بڑا خلل پڑ رہا ہے۔ اور بظاہر اس وقت اس انجمن کی بھی وہی حالت ہو گئی ہے۔ جو اخیر میں لیگ آف نیشنز یا جمعیۃ الاقوام کی ہو گئی تھی۔ یہ ضرور ہے کہ اس وقت کوئی طاقت جنگ چھیڑنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ اور ہم تو دعا کرتے ہیں کہ جس طرح ابھی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں مسٹر خروشچیف نے جوتا دکھا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی اسی طرح ساری قوموں کے نمائندے ایک دوسرے کے خلاف کیچڑ اُچھال کر مطمئن ہو جائیں۔ اور راکٹ اور میزائل کے استعمال کا وقت ہی نہ آئے۔

آج ہم پتھر کے زمانے کو کیسی حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ خیال کرتے ہیں کہ اس ترقی یافتہ دور میں ایک طرف روس راکٹ اور میزائل کے بٹن پر انگلی دھرے بیٹھا ہے۔ اور دوسری طرف امریکہ۔ اور دونوں چشم زدن میں دنیا کو تباہ کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ تو ہمیں پھر وہی پتھر کا زمانہ سکھ اور چین کا زمانہ نظر آتا ہے۔

اصول ترک حقوق باہمی

اس وقت مجلس اقوام متحدہ میں جو افتراق و انشقاق نظر آتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مفکر ایک بات کا تو خوب پراپیگنڈا کرتے ہیں یعنی پنج شیل باہم "بقائے باہمی" کا۔ مگر یہ تو ایسا منصوبہ ہے جس پر اس وقت تک عملی تجربہ ہو سکتا ہے جب تک زندگی کا دوسرا اصول بھی پیش نظر نہ رکھا جائے یعنی "ترک حقوق باہمی"۔ اگر مجلس اقوام متحدہ کے ممبر اس اصول پر بھی عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا جنگ کے خطرات سے نجات پا سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ ترک حقوق پر عمل کرنے والے بہت کم ملتے ہیں۔

اسلام اور مجلس اقوام متحدہ

اسلام نے قیام امن کے لئے مفکرین عالم کو جن امور کی طرف متوجہ کیا تھا۔ جیسے مذہب و عقیدہ کی آزادی۔ اقتصادی خوشحالی۔ اخوت۔ مساوات۔ تعاون علی البر والتقویٰ وغیرہ مجلس اقوام متحدہ انہیں منصوبوں کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اور اس کے قیام کی اغراض انہیں شعبوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اس طرح یہ کہنا درست ہوگا کہ مجلس اقوام متحدہ اسلامی تقاضوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں قائم ہوئی ہے۔ اور دوسری اقوام سے زیادہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے ایک فعال و کارآمد انجمن بنانے کی کوشش کریں۔

جماعت احمدیہ اور اتحادی سبھا

مذہب کے روشن چہرے پر جب سے تعصب کی سیاہی چھا گئی ہے اس کے سارے خدوخال نظر نہیں آتے۔ اسی لئے کسی نے جبر و تشدد کو کسی نے ذات پات کی تفریق کو اور کسی نے حصول اقتدار یا طریق استعمال کو مذہب کا نام دے دیا ہے۔ یقیناً مذہب کا یہ تصور "مجلس اقوام متحدہ" کے اغراض و مقاصد سے بہت مختلف ہے۔ اور مجلس اقوام متحدہ کے دور میں ایسے مذاہب کے پنپنے کی کوئی امید نہیں۔ لیکن وہ مذہب جو حریت خیال و فکر۔ اخوت۔ مساوات اور اخلاقی و روحانی اقدار کی تبلیغ و اشاعت اپنے وجود کا مقصد بناتا ہے۔ جو اقتصادی و سیاسی معاملات میں انفرادیت نہیں بلکہ ایک عالمگیر نظام زندگی کا قائل ہے۔ اس کیلئے "مجلس اقوام متحدہ" کے قیام سے بڑی مسرت ہوگی۔ ہم اس جگہ خوشی کے ان جذبات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارا مذہب اسلام مجلس اقوام متحدہ کی اغراض و مقاصد سے ہم آہنگ ہے لیکن اس عہد میں اسلام کے ان پاکیزہ جذبات کا اظہار احمدیہ اسٹیج کے سوا اور کہیں سے نہیں ہوتا۔ اور اسلام کے اس مقدس لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت احمدیہ کے سوا اور کوئی میدان عمل میں نظر نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان عمل میں جماعت احمدیہ اور مجلس اقوام متحدہ کے قدم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ دونوں امن عالم کے خواہشمند ہیں۔ اور اقوام عالم کی سیاسی۔ قومی۔ ملی آبرو کے قدردان۔ اور یقیناً یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو امن عالم کی آرامگاہ تک لے جاتا ہے۔

اخبار بدر

اخبار بدر آپ کا اپنا اخبار ہے۔ اس کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا آپ کا جماعتی فرض ہے۔ صرف چھ روپیہ میں اپنے زیر تبلیغ افراد کے نام سال بھر کے لئے پرچہ جاری کرایا جا سکتا ہے۔ نیز اپنے قیمتی مضامین بھیج کر اس کی قلمی اعانت فرمائیں۔ تا کہ اس جماعتی اخبار کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جا سکے (ایڈیٹر)

پروگرام جلسہ سالانہ قادیان بابت ۱۹۶۰ء

پہلا دن ۱۶ دسمبر ۱۹۶۰ء بروز جمعۃ المبارک

پہلا اجلاس

بوقت ۱۰ بجے تا ۳۰-۱۲ بجے

تلاوت قرآن کریم و حمد باری تعالیٰ

پیغام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اسلام میں توحید کامل کا نظریہ — محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ذکر حبیب — مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت قادیان

وقفہ برائے نماز جمعہ و عصر

دوسرا اجلاس

بوقت ۳۰-۲ تا ۳۰-۴ بجے شام

تلاوت قرآن کریم و نظم

ضرورت مذہب — مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ و امیر جماعت احمدیہ کلکتہ

مسئلہ ارتقاء اور ختم نبوت — مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ جماعت احمدیہ بمبئی

دوسرا دن ۱۷ دسمبر ۱۹۶۰ء - بروز ہفتہ

پہلا اجلاس

بوقت ۱۰ بجے تا ۳۰-۱۲ بجے

تلاوت قرآن کریم و نظم

آنحضرت صلعم کی پیشگوئیاں — مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ جماعت احمدیہ مدراس

خصوصیات اسلام — مکرم مولوی سلیم صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ

نظم

عقیدہ حیات الآخرۃ — مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب سابق مبلغ بلاد عربیہ

دوسرا اجلاس

بوقت ۳۰-۲ بجے تا ۳۰-۴ بجے

تلاوت قرآن کریم و نظم

موعود اقوام عالم کی بعثت سے دنیا میں انقلاب — مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ جماعت احمدیہ بمبئی

اسلام اور اخوت — مکرم سید اختر احمد صاحب اورینوی پروفیسر پٹنہ کالج پٹنہ

تیسرا دن ۱۸ دسمبر ۱۹۶۰ء - بروز اتوار

پہلا اجلاس

بوقت ۱۰ بجے تا ۳۰-۱۲ بجے

تلاوت قرآن کریم و نظم

اسلام کی اخلاقی تعلیم — مکرم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ و امیر جماعت احمدیہ کلکتہ

حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان پیشگوئیاں — مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ

نظم

تقریر — مکرم گیانی واحد حسین صاحب

تقریر — مکرم گیانی عباد اللہ صاحب

وقفہ برائے نماز ظہر و عصر

دوسرا اجلاس

بوقت ۳۰-۲ بجے تا ۳۰-۴ بجے

تلاوت قرآن کریم و نظم

اتحاد بین الاقوام کے متعلق اسلامی تعلیم — مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ جماعت احمدیہ مدراس

دنیا کا نجات دہندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم — مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ بلاد عربیہ

الوداع اور اجتماعی دعا

وصیت کا روحانی نظام

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

(قسط نمبر ۲)

اور پھر چشم فلک نے یہ دیکھ کر جھک پیدا ہوئی کہ وادیٔ ظلمت میں لیل ونہار، پست ہمت اور رختہ جان ہو کر بیٹھنے والے اور قنوطیت کے شکار خواب خرگوش میں مدہوش مسلمانوں نے انگڑائیاں لینی شروع کر دیں۔ اور وہ اپنے کسل و تساہل کے پراہم کو جھاڑتے ہوئے اس پُر شوکت آواز کی طرف بڑھنے لگے جس کی صدائے بازگشت نے آسمان کی وسعتوں میں امیدوں کے سنہرے منار تعمیر دیئے تھے۔ وہ برابر اس آواز پر کان لگائے اس چھوٹی سی گمنام اور کوردیہہ کی سلسفہ والی بستی کی طرف بڑھنے لگے جہاں سے یہ صور اسرافیل پھونکا گیا تھا اور جہاں سے طلوع آفتاب کا مژدہ جانفزا سنایا گیا تھا۔

علمائے زمانہ نے قادیان کی بستی کی طرف بڑھنے والے اس قافلہ کے راستے میں بیشمار حائلات رکھ دیئے۔ کئی دیواریں کھڑی کردیں۔ حتیٰ کہ دیوار چین کی اساس کے برابر کفر کے فتوے "تعمیر" کر کے انہوں نے اپنی طرف سے قادیان پہنچنے کے تمام رستے مسدود کر دیئے۔ مگر وہ قافلہ مجنونانہ وار بڑھتا رہا اور بڑھتا ہی گیا۔ تا آنکہ ہندوستان کے دور دراز گوشوں سے دور منزل رکھنے والے چند مسلمانوں کا یہ منتشر قافلہ قادیان پہونچ کر ہیئت اجتماعی اختیار کر گیا۔ اب علماء کی تعمیر کردہ "سدِ سکندری" میں جا بجا شگاف پڑ گئے تھے۔ اور صور اسرافیل کی صدائے بازگشت مُردہ روحوں کو متواتر قُم باذن اللہ کہہ کر حیات تازہ بخش رہی تھی۔ وہ حیات تازہ جسے موت کا عفریت بھی اپنے چنگل میں نہ لے سکے۔ اور وہ حیات ابدی جس کے چہرے پہ موت کا وار اور بھی نکھار پیدا کرتا ہے۔

جب چشم تصور ماضی کی حد دو کو پھاندتی ہوئی انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں پہونچتی ہے تو ایک عجیب نظارہ سامنے آتا ہے۔ اسلام ایک ایسے نخچیر کی طرح ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا پڑا ہے۔ جو محض بے بس ہو۔ جس کے پاس دفاع کا کوئی ذریعہ نہ ہو۔ بیگانے تو ہوتے ہی بیگانے ہیں ان سے شکوہ کیا۔ اپنوں نے بھی اس کی بوٹیاں نوچ لی تھیں۔ گویا اسلام ایک شکار تھا جس کی روح اپنوں اور بیگانوں کے حملوں کی تاب نہ لا کر پر تول رہی تھی۔ اسلام پر تو رکھتا تھا۔

لیکن ان میں قوت پرواز نہ تھی۔ اسلام زبان تو رکھتا تھا لیکن اس میں نطق کا عنصر مفقود تھا۔ وہ ایک بے یار و مددگار مظلوم کی طرح فریاد کناں تھا۔ اس نے اپنی فریادوں کے تیر آسمانی فضاؤں کی طرف چھوڑے۔ اور انتظار مجسم بن کر ٹکٹکی لگائے آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ کہ کوئی مسیحا آئے اور اسے اپنے دست شفا کی مسیحائی سے شفا بخش دے۔

یہی وہ وقت مجلوم تھا جب مسیحا آسمان سے نازل ہوا۔ اس مسیحا کو دیکھ کر اسلام کی پر تولتی ہوئی روح میں سکینت آگئی۔ قوت آگئی۔ اور چھنی ہوئی شوکت واپس آگئی۔ تب وہ معدودے چند سعید روحیں جن کے دلوں میں اسلام کے لئے درد کی ایک رمق باقی تھی۔ جن کے سینوں میں اسلام کی ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو کہیں بچانے کی کسک باقی تھی۔ وہ رواں دواں عازم قادیان ہوئیں اور یہاں پہونچ کر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ مرد مجاہد جس کی پُرشوکت آواز نے انہیں گہری نیند سے بیدار کیا تھا۔ بڑے جوش و خروش بڑے ہی طنطنہ اور بڑے ہی طمطراق کے ساتھ اسلام کے گیت گا رہا ہے۔ توحید باری تعالیٰ بعثت رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور تائید اسلام میں بڑے پُر درد، بہت پُرسوز، عجیب اثر انگیز اور بعید درجہ فریب لغمات کا ایک منثور مجموعہ اس نے "براہین احمدیہ" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ جو خار اشگاف بھی ہے اور کوہ شکن بھی۔ تب ان سعید روحوں نے یقین کیا کہ یہی وہ مرد مجاہد ہے جس کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ مقدر ہے۔ انہوں نے اس کے چہرے سے انوار سماویہ کی لہریں اٹھتے دیکھیں انہوں نے اس کی زبان مبارک سے نغمات ملکوتی سنے۔ اور انہوں نے اس کے قلم سے نور محمدی سے دُھلے ہوئے "ابدار موتی بکھرے دیکھے" تو انہوں نے التجا کی سہ

> ہم غریبوں کی ہے تمہیں پہ نظر
> تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اور اس نے جواب دیا ہاں تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔ میں ہی وہ موعود مسیح ہوں جو عین اپنے وقت پہ آسمان سے نازل ہوا۔ اور اب میرے ہی ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کو قادر و قیوم خدا نے مقدر کر دیا ہے۔

"براہین احمدیہ" کیا تھی۔ کوڑوں کھنڈروں میں دبکے ہوئے مسلمانوں کے لئے حیات تازہ اور قُم باذن اللہ کا ایک پیغام تھا۔ چنانچہ اس کی اشاعت پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قادیان مرجع خلائق بن گیا۔ قادیان کی جاذبیت اور مقناطیسیت کھینچ کھینچ کر لوگوں کو لائی۔ اور پھر یہ بستی اسلامیانِ عالم کے لئے نہ صرف پناہ گاہ بن گئی بلکہ ایک مضبوط قلعہ بن گئی۔ جو اغیار کے حملوں کا مقابلہ کرنے کی پوری قوت اپنے اندر رکھتا تھا صور اسرافیل متواتر پھونکا جاتا رہا مُردے متواتر اپنی قبروں سے جی اٹھنے لگے تھوڑے ہی عرصہ میں شمع رسالت کے لاکھوں پروانے شجر احمدیت کے سکینت بخش سائے میں آ گئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مخالفتوں کا ایک طوفان اٹھا۔ ایک طرف اپنوں یعنی پیروں اور سجادہ نشینوں نے احمدیت کے خلاف کفر کے فتووں کے کارخانے کھول دیئے اور دوسری طرف اغیار نے ایک مشترکہ محاذ قائم کیا۔ گویا احمدیت کے پودے کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لئے بہت سی طاقتیں مجتمع ہو گئیں۔ لیکن شمع احمدیت کے جانثار پروانے جو اب تک ہزاروں آسمانی نشانات دیکھ دیکھ کر عین الیقین کے مقام پر پہونچ چکے تھے۔ انہوں نے ایک اور مژدہ جانفزا مسیحائے زماں سے سنا۔ فرما رہا تھا:۔

> "دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا۔ اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"
> (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۵۹)

اور فرمایا:۔

> "اے تمام لوگو! سن رکھو یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا .... میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵-۶۴)

مگر دائے بیحالیٔ دنیا کہ مایا تیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن تاریکی کے فرزندوں نے ان خوشخبریوں اور پیش خبریوں کا نہایت تحقیر آمیز لہجہ میں تمسخر اڑایا۔ اور مخالفانہ کوششوں کو تیز تر کر دیا گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ادھر احمدیت اپنا نفوذ روز بروز بڑھا رہی تھی۔ اور ادھر مخالفت کے طوفان شدت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ اعدائے احمدیت اپنی کثرت تعداد پر نازاں اپنے تکمیل قلعہ احمدیت پر خالی کر رہے تھے۔ اور داعیٔ نشأۃ ثانیہ کے علمبردار اپنی قلت تعداد اور بے مائیگی کے باوجود تائیدات الٰہیہ پر منحصر اور پُر یقین تھے۔ رہتا تاریکیاں نور سے متصادم ہوتی رہیں باطل حق کی چٹانوں سے ٹکراتا رہا۔ اور مخالفین احمدیت اس آسمانی سچائی سے برسر نبرد آزما ہونے کے لئے مجتمع ہوتے رہے لیکن نیّر تاباں جو افق عالم پہ طلوع ہو چکا تھا بلند ہوتا گیا۔ اور رات کی سیاہیاں اپنے گھنیرے سیاہ پردے کو سمیٹنے لگیں۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ احمدیت کے نام لیوا سارے ہندوستان میں محدودے چند تھے وہ جہاں کہیں بھی تھے دنیوی وجاہتوں سے تہی دامن تھے۔ قلت تعداد بھی ہو۔ اور قلت مال و زر بھی۔ تو نتیجہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ احمدی ہر جگہ ستائے جا رہے تھے اپنوں کی طرف سے بھی اور بیگانوں کی طرف سے بھی۔ ان کے بائیکاٹ کئے گئے۔ اور مارا پیٹا گیا۔ ان کے مُردے قبروں سے نکال کر باہر پھینکے جاتے رہے۔ اور مظالم کی کوئی شق مخالفین کی طرف سے فروگذاشت نہ ہوئی۔ اب یہ ایک عجیب صورت حالات تھی ایک طرف تو خدائی وعدے تھے جو احمدیت کی ترقی کے ضامن تھے۔ اور دوسری طرف مخالفت کا ایک طوفان تھا۔ جو امڈا چلا آ رہا تھا۔ مگر احمدیت کے دیوانے جو ایمان کی حلاوت اور شیرینی کو چکھ چکے تھے۔ وہ تیز تر نئی قدموں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ پھر خدا نے مبائعین کی خوشخبری

لا رہا تھا۔ یہ امر یقیناً مسرت کا باعث تھا کہ جماعت احمدیہ تعداد کے اعتبار سے بڑھ رہی تھی۔ لیکن سونا تو بھٹی کی آگ میں جل کر ہی کندن بنا کرتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی کہ

"خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۲۱)

یہی وہ بدری نسخہ تھا۔ جو اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں آزمایا جا کر مجرب ثابت ہو چکا تھا۔ اور جو اسلام کی ترقی کے لئے بنیادی اینٹ کا حکم رکھتا تھا۔ مخالفین سے مقابلہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ احمدیت کا ہر مخالف ہر قسم کے ظاہری ساز و سامان سے لیس تھا۔ وہ اپنی قوت بازو پر نازاں تھا۔ وہ اپنی کثرت تعداد کے بل بوتے پر احمدیت کے خلاف نت نئے منصوبے کر رہا تھا۔ اب سوائے اس کے آستانہ الٰہی پر جھک کر رحم طلب کیا جاتے احمدیت کے لئے کوئی چارہ باقی نہ تھا۔ لیکن خدا کے رحم کو جوش میں لانے کے لئے دل و جگر میں درد پیدا کرنا ضروری ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا

"رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر ان کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۳۴)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی پوری پوری تعمیل کی۔ اور اپنی زندگیوں میں ایک محیر العقول انقلاب پیدا کیا۔ اور اسلام کا وہ عملی نمونہ پیش کیا جس کی مثال صرف صدر اسلام میں ہی مل سکتی ہے۔ انہوں نے اپنی جان مال اور عزت کو اسلام اور احمدیت کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا۔ وہ سمندر میں ایک تنکے کی حیثیت رکھتے تھے جو طوفانوں کی بپھری ہوئی موجوں کے تھپیڑے کھا رہا ہو لیکن وہ ڈوب ڈوب کر بار بار سطح آب پر ابھرتا ہو۔ یا یوں سمجھئے کہ وہ زمانہ تھا جب احمدیت ایک بچے کی طرح گھٹنوں کے بل گھسٹ رہی تھی۔ اور پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہندوستان کے اطراف و جوانب میں بکھرے ہوئے موتی ایک سلک میں منسلک ہوتے چلے گئے۔ احمدیت کا یہ ننھا سا قافلہ اپنی منزل کی جانب آب رواں کی طرح بڑھتا رہا۔ ع

گر بیاباں پہ رُک گیا تو بہہ نکلتا تھا وہاں

لیکن راستہ پرخطر بھی تھا اور دشوار بھی۔ راستہ میں ہزاروں ڈاکو اپنی کمین گاہوں میں چھپ کر بیٹھے تھے کہ جو نقد کی تاک میں رہتے تھے۔ انہوں نے ہر موڑ پر اس قافلہ کو لوٹنے کی کوشش کی۔

یہی وہ ایام تھے۔ جب بڑے بڑے جبہ پوش پیر اور سجادہ نشین احمدیت کے خلاف کفر کے فتوے ہاتھوں میں لئے دستخطوں کی مہم چلا رہے تھے۔ بڑے بڑے پادری حکومت کی پشت پناہی کے ساتھ اسلام کے خلاف صف آراء تھے۔ اور اسی طرح دوسرے تمام مذاہب کے پیرو اسلام کو ایک لقمہ تر سمجھ کر اپنے دانت تیز کر رہے تھے وہ سب گو منتشر تھے۔ لیکن احمدیت کے خلاف انہوں نے متحدہ محاذ بنا لیا تھا۔ مسلمان کہلانے والے بزعم خود یہ سمجھ رہے تھے کہ عین اسلام وہی ہے جس پر کہ وہ خود قائل ہیں۔ حالانکہ وہ گم کردہ راہ تھے۔ ایک چھوٹی سی جماعت جو اسلام کی سربلندی کے لئے اٹھی تھی۔ اس کے رستہ میں ہزاروں روکیں پیدا کر دی گئی تھیں۔ کوئی تیغ نہ تھی جس سے اس کے خلاف زہر نہ اگلا گیا ہو۔ کوئی جمعیت نہ تھی جو اسے مٹانے کے درپے نہ تھی کوئی زبان نہ تھی جو اس کے لئے دشنام دراز نہ تھی۔ اور کوئی قدم نہ تھا جو اس کے خلاف نہیں اٹھتا تھا جہلائے زمانہ نے اپنے قلم احمدیت کے خلاف گھس گھس کر گھس دیئے۔ اور گدی نشینوں نے احمدیت کو مٹا کر دم لینے کے حلف لینے شروع کر دیئے بڑے بڑے مولانا کہلانے والوں نے لمبے لمبے سفر کر کے احمدیت کے خلاف پروپیگنڈے کئے۔ اسے عین کفر کہا۔ اور انہیں کفر نہ کہنے اور نہ سمجھنے والوں کو کافر کا خطاب دیا۔ یہ تمام حالات ایسے تھے کہ احمدیت کے فرزندوں کے قلوب میں گھبراہٹ پیدا کرنے کے لئے کافی تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے بار بار اپنی جماعت کو تسلی دی کہ

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئیگا۔ جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔"

اور ساتھ ہی فرمایا

"لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس سے اسلام کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۱۸-۱۷)

یہ ایک شدید امتحان اور ابتلاؤں کا زمانہ تھا۔ جو احمدیت پر گذر رہا تھا۔ احمدیت کی ترقی اور اسلام کی سربلندی بیشک آسمان پر مقدر ہو چکی تھی۔ لیکن احمدیوں کی قلیل سی تعداد جن شدائد سے دو چار ہو رہی تھی۔ ان میں سے گذرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اور ضرورت تھی کہ فرزانگی کو ترک کر کے دیوانگی کو اپنایا جائے۔ کیونکہ چاروں طرف مخالفتوں کے سانپ اپنے پھن پھیلائے اور دو سری نوکیلی زبانیں نکالے ڈسنے کے لئے تیار تھے۔ اور بڑے بڑے علماء کہلانے والے عفریت اپنے جبڑے کھولے احمدیت کو نگل جانے کے لئے بہروپ بدل رہے تھے۔ عداوت کی آگ ہر سو بلند ہو رہی تھی اور احمدیوں کی تو ع

جنگ کی بھٹی میں جانیں تھیں کہ جھریں سینہ

اب عام طریقوں سے ان مخالفتوں سے نپٹنا ممکن نہ تھا۔ اب ضروری تھا کہ احمدی زندگی اور موت کی پرواہ کئے بغیر اپنا سب کچھ اسلام کے لئے وقف کر دیں تا اسلام کی تازگی کا دن قریب آسکے اور تا قرون اولیٰ کی قربانیوں کی یاد تازہ ہو سکے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ اولوالعزم ابراہیم آگ اور نمرود سے برسر پیکار ہو جائیں۔ اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قہقہے لگا سکے

چنانچہ جب احمدیت پرخار وادیوں کا سفر کرتے ہوئے ۱۹۰۵ء میں داخل ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار اپنے قریب وصال کی خبر پا کر ایک رسالہ "الوصیت" تحریر فرمایا جس میں جماعت سے جان اور مال کی قربانی کا مطالبہ فرمایا۔

اس زمانہ تک عام طور پر وصیت کا یہی مفہوم لیا جاتا رہا کہ کوئی مرنے والا اپنے پسماندگان کے لئے اپنے ترکہ کی تقسیم کو معین کر جائے۔ یا وہ مرتے وقت اپنی جائیداد میں کا کوئی خاص حصہ کسی فرد کے نام سے مخصوص کر جائے۔ اور جہاں کہیں بھی تاریخ میں وصیت کا ذکر آتا ہے اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ مرض الموت میں عین آخری دموں پر پہنچ کر کسی مرنے والے نے جو الفاظ پسماندگان کے حق میں کہے وہ وصیت کہلائے۔ لیکن قربان جائیں اس عظیم المرتبت انسان پر جس نے وصیت کی تعبیر ہی بدل دی۔ اور آج ہماری جماعت میں وصیت کا لفظ سن کر کسی کا خیال اس طرف منتقل ہی نہیں ہوتا کہ یہ مرنے والے کے چند الفاظ ہوں گے جو ملک الموت کو سامنے دیکھ کر اس نے کہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس نظام وصیت کو جاری فرمایا اس کا مفہوم اگر مختصراً بیان کیا جائے تو وہ یہی ہے کہ اسلام کے لئے فنا۔ اور اس سے پہلے تو لوگ عزرائیل کے قدموں کی چاپ سے خوفزدہ ہو کر اور یہ سمجھ کر کہ ہم تو اس دنیا سے اٹھ رہے ہیں اب اس مال و متاع کو کیا کریں گے وہ اپنے ورثاء کے حق میں وصیت کر جاتے تھے۔

لیکن یہاں تو وصیت کے معنے ہی بدل گئے اور وہ اس طرح کہ ایک اچھا بھلا اور تندرست احمدی جس کو کافی عرصہ تک زندہ رہنے کی امید ہے وہ صحت مند ہے اور برسر روزگار ہے اور وہ وصیت کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ بھی کس کے حق میں؟ اللہ اللہ کیا شان ہے وصیت کا نظام جاری کرنے والے کی۔ اور کیا شان ہے وصیت کا روحانی نظام جاری کروانے والے کی۔ ایک احمدی بقائمی ہوش و حواس بصحت و تندرستی کی حالت میں اپنے جذبات پر موت وارد کر کے اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر اسلام کے حوالے کر دیتا ہے۔ کسی خوف سے نہیں بلکہ اس جذبہ کے ساتھ کہ اس نے اسلام کو سربلند کرنا ہے ——— !!!

گویا ایک احمدی جو وصیت کے نظام میں شامل ہوتا ہے اپنی خوشی سے اپنے اوپر ایک موت وارد کرتا ہے۔ دنیا بڑی چالیں چل کر بڑے بڑے دجل و فریب کے ساتھ بڑے بڑے دعووں کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آمد پیدا کرنے کی حریص ہوتی ہے مگر ایک احمدی بڑی خوشی سے لکھ دیتا ہے کہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں حصہ دار بننے کے لئے اپنی آمد کا ۱/۱۰ یا ۱/۳ حصہ اپنی ساری زندگی میں دیتا رہوں گا اور وہ دیتا رہتا ہے ——— !!

ہم نے بڑے بڑے رئیسوں کو دیکھا ہے جو زندگی بھر میں ایک آدھ بار سو دو سو روپیہ کسی مسجد کے لئے دیا خیراتی فنڈ (باقی صفحہ ۳۱ پر)

بعض ایمان افروز واقعات

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان

(۱)

اللہ تعالیٰ کا فضل رحیم عمیم ہر مومن اور غیر مومن پر نازل ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسے رنگ میں نازل ہوتا ہے کہ صاف نظر آتا ہے کہ چونکہ اس شخص نے ہمارے نیک بندوں سے حسن سلوک کیا اور ان سے محبت کی اس لئے اس پر یہ فضل نازل ہوا۔ اس کی مثال ایک سخی کی سی ہے جو عموماً سخاوت کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے بچوں کے ہمدردوں پر سخاوت کی بارش کرتا ہے تو ایسا رنگ اختیار کر لیتا ہے تا کہ ہمدردوں کو احساس ہو کہ ان سے ملکُف اس ہمدردی کی وجہ سے ہے مثلاً ان بچوں کے ہاتھ سے عطیہ دلوا دیا۔ یا عطیہ تو خود بھجوایا لیکن کہلا بھیجا کہ یہ فلاں بچے کے دوست بچے کے لئے ہے۔ فضل خداوندی کے بعض ایسے واقعات یہاں درج کرتا ہوں۔

(۱) ایک غیر مسلم ڈرائیور جو ہمارے زیر تبلیغ تھے ان کو چوہدری محمود احمد صاحب (نائب ناظر امور عامہ) نے قرآنی دعا سبحان الذی سخر لنا ھٰذا وما کنا لہ مقرنین وانا الیٰ ربنا لمنقلبون سکھلائی۔ چنانچہ وہ بس (دسمبر) چلاتے وقت پڑھنے لگے۔ ایک روز دعا پڑھ کے اُنہوں نے بس چلائی اور بہت تیزی سے لے جا رہے تھے کہ یکدم اُن کے دل میں زور سے خیال آیا کہ بس فوراً روک لو۔ چنانچہ وہ روک کر نیچے اُترے۔ کنڈیکٹر اور سواریاں بھی حیران کہ نہ کنڈیکٹر نے روکنے کے لئے گھنٹی دی نہ سامنے کوئی روک ہے۔ بس کیوں روک لی۔ ڈرائیور نے اُتر کر پہیوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک پہیا اُتر کر الگ ہونے ہی والا تھا۔ صرف اس کا دو دو پیچ حصہ اٹکا ہوا باقی رہ گیا تھا۔ اور چند لمحات میں وہ نکل کر الگ جا پڑتا اور خوفناک حادثہ رونما ہو جاتا۔ اور نہ معلوم اس میں کتنے لوگ ہلاک ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے حفاظت کا سامان کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر ڈرائیور پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور ان کی روح آستانۂ الٰہی پر جھک گئی کنڈیکٹر کو حیرانی پر حیرانی یہ ہوئی۔ کہ یہ ہے استغفار پر بھی ڈرائیور صاحب کو شکر گزار کیوں ہیں۔

۲۔ چالیس سال کی بات ہے کہ ہم قادیان کے دو افراد دہلی میں تھے۔ ایک غیر مسلم صاحب جو جماعت سے ہمدردی رکھتے تھے۔ اُنہوں نے ایک روز سنایا کہ آج حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے کو ایک شخص نصل الٰہی کے ہمراہ دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ اور پہلے پانی پینے کے لئے طلب کیا ہے اور پھر دودھ۔

اسی غیر مسلم دوست کے اہل و عیال دہلی سے کئی سو میل کے فاصلہ پر تھے۔ چند دن بعد انہیں گھر جانے پر معلوم ہوا کہ ان کا ایک بچہ شدید بیمار ہو گیا تھا۔ اور حالت تشویشناک ہو گئی تھی۔ جب رات انہوں نے یہ خواب دیکھا اس رات سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بچہ رو بصحت ہونے لگا۔ ان صاحب کو عزیز کی علالت وغیرہ کا قطعاً علم نہ تھا اس طرح ان کو خواب میں ایک بشارت ملی جو ان کے لئے اطمینان کا موجب ہی۔ اور گھر پہنچنے پر ان کو تفصیل معلوم ہوئی تب ان کو دلی خوشی ہوئی اور سمجھے کہ یہ خواب کیوں آئی تھی۔ یہ امر ظاہر ہے اس خواب میں کسی خیال کا اثر نہیں تھا

۳۔ انہی صاحب کا سابق حال کا ایک واقعہ ہے کہ وہ اپنا رہائشی مکان محکمہ کسٹوڈین سے خریدنا چاہتے تھے۔ قسط ادا کرنے میں صرف دو تین دن رہ گئے ایک عزیز نے روپیہ بھجوانے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کی طرف سے ہی روپیہ وصول نہ ہوا۔ ایک دن درمیان میں رہ گیا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں خود اس عزیز کے پاس جاؤں۔ رات کو اپنی اہلیہ صاحبہ سے اس ارادہ کا ذکر بھی کیا۔ اگلے روز صبح ان کی اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جائیں گاڑی کا وقت ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عزیز کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ وہ حیران ہوئیں کہ رات کہا کہ آج رقم آ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ کو کوئی خط آیا ہے یا کسی نے پیغام دیا ہے۔ رات کو تو آپ نے یہ کہا تھا کہ کوئی خط نہیں آیا اور میں صبح وہاں خود جاؤں گا ورنہ اس سے اگلے روز رقم جمع نہ کرا سکوں گا اور سخت نقصان ہوگا اور یہ معاملہ فسخ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابھی رات کو خواب میں حضرت مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کو دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ رقم کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آج رقم مل جائے گی۔ چنانچہ صبح ڈاکخانہ سے منی آرڈر وصول ہو گیا۔

(۴)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲ر نومبر ۱۹۴۷ء میں درویشان قادیان کو جو زریں اور نہایت قیمتی ہدایات دی تھیں ان میں یہ بھی ارشاد تھا کہ

"یہ طریق بھی اختیار کریں کہ کوئی مصیبت زدہ سکھ یا ہندو ملے تو اس کو یہ تحریک کریں کہ تم احمدیت کی نذر مانو تمہاری یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ پھر اسکے لئے دعائیں بھی کریں۔"

(مکتوبات اصحاب احمدؑ جلد اول ۱۹۵۰ء)

خاکسار سے ایک پناہ گزین ہندو دوست نے گذشتہ سال ذکر کیا کہ میرا لڑکا جو ڈاکٹر ہے اور کیپٹن کے عہدہ پر متعین ہے اس کی شادی تین سال قبل ایک بی اے ایل ایل بی لڑکی سے ہوئی تھی۔ لیکن اب تک اولاد نہیں ہوئی جس کا انہیں فکر مندی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے لنگر کے لئے کچھ رقم نذر مانیں اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ تحریر کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور ایدہ اللہ کا جواب آیا کہ میں ضرور دعا کروں گا۔ خاکسار حضور اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی اور درویشوں کی خدمت میں یاد دہانی بھی کراتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۴۲ تین چار ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی گود بھی ہری کر دی اور ان کو بچی عطا کی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

تحریک جدید کے جہاد کبیر میں السابقون الاولون

۳۰ر نومبر تک سو فیصدی ادا کرنے والوں کی فہرست

تحریک جدید کے دفتر اول کے ۲۷ ویں اور دفتر دوم کے ۱۷ ویں سال کے لئے بعض مخلصین نے اپنا وعدہ سو فیصدی ادا فرما دیا ہے ان کی فہرست شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ دوسری فہرست ہے۔ پہلی فہرست بدر مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام مخلصین کو جزائے خیر بخشے۔ اور ان کے ایمان و اموال میں برکت بخشے۔

یہ فہرست سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض دعا بھجوائی جا رہی ہے۔

افسر تحریک جدید قادیان

دفتر اول سال ۲۷

نام	رقم
مکرم سیٹھ یعقوب الرحمٰن صاحب سونگھڑہ	۲۲۶/-
مکرمہ حمیدہ خاتون صاحبہ اہلیہ " "	۱۵/-
" محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سیٹھ محمد اکبر علی صاحب یادگیر	۱۱/-
" خورشید بیگم صاحبہ "	۳۳/-
مکرم محمد اسمٰعیل صاحب غوری "	۹۰/-
" حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد	۱۱۵/-
مکرمہ اہلیہ " " "	۵۴/-
مکرم سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب "	۳۹/-
مکرمہ اہلیہ صاحبہ سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب سکندر آباد	۱۵/-
مکرم سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب "	۳۹/-
مکرمہ ناصرہ سراج صاحبہ اہلیہ مولوی سراج الحق صاحب حیدر آباد	۲۲-۲
مکرم مصطفیٰ احسن صاحب "	۶/۵۰
" محی الدین صاحب غوری "	۴۱/۷۵
مکرمہ والدہ صاحبہ مولوی محمد عبداللہ صاحب بی ایس سی "	۵/-

دفتر دوم سال ۱۷

نام	رقم
مکرم ملک خیر الدین صاحب قادیان	۶/-
" بابا جان محمد صاحب "	۶/۲۹
" مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی	۱۰/-
" مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغ رانچی	۸/۵۰
مکرمہ اہلیہ صاحبہ " " بیگم بگھیان	۴/۵۰
مکرم مولوی سراج الحق صاحب قادیان	۶/۲۳
" محمد رمضان صاحب "	۲۶/۴۴
" سید عزیز الرحمٰن صاحب سونگھڑہ	۶/-
مکرمہ سیدہ امۃ العزیز صاحبہ "	۶/-
" سارہ امۃ اللہ صاحبہ "	۴/-
مکرم بشیر الدین احمد صاحب یادگیر	۷/۲۵
" سیٹھ محمد الیاس صاحب "	۳۸/-
مکرمہ یاسمین صاحبہ "	۶/-
" رشیدہ بیگم صاحبہ "	۹/-
مکرم سردار حسین صاحب بمبئی	۱۰/-
" لطف اللہ صاحب سکندر آباد	۱۴/-
مکرمہ اہلیہ صاحبہ سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب "	۱۵/-
" صدیقہ بیگم صاحبہ	۹/-
مکرم محمد لٰسین الہ دین صاحب	۹/-
مکرمہ مبارکہ الہ دین صاحبہ	۹/-
" آنسہ اللہ دین صاحبہ	۹/-
مکرم محمد یامین اللہ دین صاحب	۹/-
" داؤد احمد اللہ دین صاحب	۹/-
" خواجہ عبدالمنان صاحب ڈار آسنور	۱۴/-
" ملک عبدالکریم صاحب "	۶/-
مکرمہ اہلیہ صاحبہ بشیر الدین صاحب قتا حیدر آباد	۳۵/-
" حلیم الدین صاحب قتا ابن مکرم بشیر الدین قتا "	۱۲/-

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صاحب نصاب مسلمان کے لئے اسی طرح لازمی اور ضروری ہے جس طرح کہ ہر مومن کے لئے نماز کا ادا کرنا۔ جو شخص ادائیگی زکوٰۃ میں کوتاہی کرتا ہے وہ اسی طرح قابل مواخذہ ہے۔ جس طرح کہ ایک تارک نماز۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے جہاں نماز کا حکم دیا ہے وہاں زکوٰۃ ادا کرنے کا تاکیدی ارشاد بھی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی امر مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ چاہیے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ (قادیان) اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر قسم کی فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے۔"

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اس بارے میں ارشاد فرمایا کہ

"تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جس کی طرف قرآن کریم میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بے شک کماؤ مگر جو کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اسلام نے بے شک روپیہ کو بند رکھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ مگر روپیہ کمانا منع نہیں کیا۔

پس فرماتا ہے کہ اگر تم روپیہ کماتے ہو اور کچھ روپیہ اپنی ضروریات کے لئے عارضی طور پر جمع کر لیتے ہو جس پر ایک سال گذر جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر کوئی شخص باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو دین کی خاطر کماتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا محض دنیا کی خاطر کماتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں نہیں۔ اگر واقعہ میں اس کے دل میں خدا تعالےٰ کے قرب اور اس کی محبت کو جذب کرنے کا احساس ہوتا اور اگر دنیا کو وہ دین کی خاطر کما رہا ہوتا تو اس کا فرض تھا کہ وہ اپنے مال میں سے خدا تعالےٰ کا حق ادا کرتا اور پوری دیانتداری سے کام لیتا۔ لیکن جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا تابع ہے۔ خدا تعالےٰ کے احکام کا تابع نہیں ہے" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۴۳۹)

امید ہے کہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے جملہ صاحب نصاب افراد اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف جلد توجہ فرمائیں گے۔ کیونکہ زکوٰۃ کے تقاضا دوسرے چندہ جات نہیں ہو سکتے۔ اور اس سے قوم کے یتامیٰ، بیوگان اور غرباء کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے گذارہ کا انتظام مرکز سے کیا جاتا ہے۔ سیکرٹریان مال اپنے حلقہ کے صاحب نصاب احباب کی زکوٰۃ جلد از جلد وصول فرما کر مرکز میں ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے تمام احباب جماعت کو اپنی رضا کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ ناظر بیت المال قادیان۔

آئندہ مردم شماری میں اپنی زبان اردو درج کرائیے ہندی نہیں

فروری سنہ ۱۹۶۱ء میں پورے ہندوستان کی مردم شماری ہونے والی ہے اس موقعہ پر ہر شخص کی معاشی۔ مذہبی و ثقافتی حالات دریافت کئے جائیں گے۔ اور اسی کے سلسلہ میں یہ سوال بھی ہے کہ:-

"اس کی مادری و ثانوی زبان کیا ہے"

اس لئے خواہ آپ ہندو ہوں یا مسلمان یا عیسائی ہوں یا سکھ آپ کا فرض ہے کہ اگر آپ اپنے گھروں میں اپنے کاروبار میں اردو سے کام لیتے ہیں تو

نقشہ مردم شماری میں اردو اور صرف اردو درج کرائیے۔

ہو سکتا ہے کہ آپ سے کہا جائے ہندوستانی بھی اردو ہی ہے اس لئے ہندوستانی لکھوائیے

لیکن آپ کبھی اس دھوکے میں نہ آئیے کیونکہ آئین کی منظور شدہ ۱۴ زبانوں میں ہندوستانی کا ذکر کہیں نہیں ہے۔

اس سے پہلے سنہ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری میں لوگوں نے غلطی سے اردو کی جگہ ہندوستانی درج کرا دی۔ اور اس سے اردو کو سخت نقصان پہنچا۔ یوپی، دلی۔ بہار وغیرہ میں جہاں اردو مادری زبان ہے وہاں کے لوگوں کو اردو ہی درج کرانا چاہیئے۔ لیکن پنجاب۔ بنگال و اڑیسہ وغیرہ میں جہاں کی زبان اردو نہیں ہے۔ وہاں ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو درج کرانا چاہیئے۔

یاد رکھیے کہ اردو کے تحفظ کا یہ سب سے زیادہ موثر عملی طریقہ ہے اس کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیئے۔

وصیت کا روحانی نظام (بقیہ صفحہ ۲۸)

کیلئے دیکھ یہ مجلس میں ڈینگیں مارتے پھرتے ہیں لیکن اور خدا اخلاص اور ایمان کا مظاہرہ دیکھئے کہ سو روپیہ ماہوار کمانیوالا ایک احمدی مزدور ہر ماہ دس روپیہ بڑے شوق سے اسلام کو دیکر یہ خواہش اور ولولہ رکھتا ہے کہ کاش میں اپنا سب کچھ دے سکتا۔

یہی وہ اسلام کیلئے موت کا مطالبہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں کیا گیا ہے اور یہی وہ موت ہے جو اسلام کا فدا ہم سے چاہتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیۃ میں اسی موت کی طرف ہمیں بلایا ہے چنانچہ

آپ فرماتے ہیں:

"خدا کی رضا کو تم کبھی حاصل ہی نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے"

(الوصیۃ صفحہ ۹) (باقی)

درخواست دعا:- عزیزم محمد ابراہیم صاحب ابن مولوی محمد یوسف صاحب احمدیہ ماڈنگ بھاگلپور (بہار) امتحان میں کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں

درویش فنڈ

آج سے چند سال قبل صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بعض غیر معمولی مستقل ضروریات کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے درویش فنڈ کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس تحریک کی ابتداء میں احباب جماعت نے کثیر رقوم ارسال فرمائیں۔ لیکن بعد میں اس مد میں آمد کی کمی پیدا ہونی شروع ہو گئی یہاں تک کہ گذشتہ دو تین سالوں میں درویش فنڈ کی آمد بالکل برائے نام رہ گئی۔ مگر اس کے خرچ کی ضروریات برابر رہیں۔ بلکہ ان میں قدرے اضافہ ہی ہوا۔ اگر احباب جماعت درویش فنڈ کی ضرورت و اہمیت کو مدنظر رکھتے تو اس مد کی آمد میں اضافہ ہونا یقینی تھا۔

امسال چندوں میں اضافہ کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک تاکیدی ارشاد کے ماتحت اس تحریک کو جاری کر کے اس بجٹ میں بیس ہزار روپے کی متوقع آمد کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اور امید تھی کہ احباب جماعت سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی اور تعاون کا ثبوت دیں گے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے تمام جماعتوں میں اور اخبار کے ذریعہ تحریک کی جانی شروع کی گئی۔ اور مزنا حال کی جا رہی ہے۔

جماعتوں کی طرف سے اس مد میں وعدوں اور وصولی کی رفتار توقع کے مطابق نہ تھی۔ چنانچہ چندوں کی پوزیشن کی رپورٹ جب کچھ عرصہ قبل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"چندہ درویش فنڈ کی وصولی تسلی بخش نہیں۔ اس طرف خاص توجہ دی جائے۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی کا مندرجہ بالا ارشاد بھی احباب جماعت کو توجہ کے لئے پہنچایا گیا کہ وہ سلسلہ کی دینی ضروریات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

اواخر نومبر ۱۹۶۲ء تک جبکہ اس مالی سال کے سات ماہ گذر چکے ہیں۔ تدریجی طور پر ۱۱۶۶۲ روپے وصولی ہونی چاہئے تھی۔ لیکن ابھی تک وعدے صرف ۱۳۴۸۹ اور اس کے مقابل پر وصولی ۳۰ نومبر تک ۴۲۱۸ روپے ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا پوزیشن سے ظاہر ہے کہ ابھی اس بابرکت تحریک میں کس قدر کمی ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کس قدر مزید قربانی اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جن احباب نے اس تحریک میں تا حال حصہ نہیں لیا۔ ان کو چاہیئے کہ فوری طور پر حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں اور جن دوستوں نے پہلے حصہ لیا ہے ان کو چاہیئے کہ اپنے وعدہ کی ادائیگی کی طرف بھی جلد توجہ دیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے ایک تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

(ناظر بیت المال قادیان)

احمدیت یعنے حقیقی اسلام

کتاب "احمدیت یعنے حقیقی اسلام" سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ امام جماعت احمدیہ کی یہ ۱۹۲۴ء کی تصنیف لطیف ابتداء میں اردو میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا۔

سیٹھ محمد عمر صاحب و محمد بشیر صاحب سہگل کلکتہ نے اس کا انگریزی ترجمہ

Ahmadiyyat or the True Islam

کی ایک ہزار جلدیں سائز ۲۲×۲۶ کتابت امریکن طرز پر اپنے اخراجات پر شائع کر کے نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کو دی ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

نظارت دعوت و تبلیغ نے اس کتاب کی قیمت اسلئے ۵/- روپے مقرر کی ہے تاکہ اس کی فروختگی سے جو رقم حاصل ہو آئندہ بھی اس رقم سے یہ کتاب شائع کرائی جاتی رہے۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہوگا۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

چندہ جلسہ سالانہ اب بلا توقف ارسال فرمادیں

جن احباب یا جماعتوں نے تا حال چندہ جلسہ سالانہ ارسال نہیں فرمایا وہ مہربانی فرما کر بلا توقف ارسال فرمادیں تاکہ ان کے نام بقایا نہ رہ جائے۔ اور جلسہ پر کئے گئے اخراجات کی ادائیگی بر وقت ہو جائے۔

امید ہے کہ احباب و عہدیداران اب اس چندہ کی ترسیل تاخیر نہ کریں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

بجٹ لازمی چندہ جات

اور

احباب جماعت و عہدیداران کا فرض

ہر احمدی کو علم ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغی، تعلیمی، تربیتی اور خدمت خلق کے کاموں پر کس قدر اموال خرچ کر رہی ہے اور یہ سارے کام احباب جماعت کے چندوں سے ہو رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ چندہ جات کی وصولی پورے طور پر نہ ہو تو اس کا لازمی اثر سلسلہ کے اہم اور ضروری کاموں پر پڑے گا۔ نظارت بیت المال قادیان کی طرف سے ہر ماہ لازمی چندہ جات اور دوسری طوعی تحریکات کے وعدوں کی سو فیصدی ادائیگی کے لئے احباب جماعت و عہدیداران کو اخبار بدر، سائیکلو سٹائل تحریکات، خطوط اور مرکزی نمائندوں کے ذریعہ توجہ دلائی جاتی رہی ہے۔ مالی سال کے سات ماہ گذر چکے ہیں لیکن تدریجی بجٹ کی نسبت سے بہت جماعتوں کی طرف سے وصولی پوری نہیں ہوئی۔ اور بعض جماعتوں کی وصولی تو بالکل برائے نام ہے۔ مالی تحریکات کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ

"خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا کبھی مفلس نہیں ہوتا بلکہ ایسے شخص کا خدا تعالیٰ خود حامی و مددگار بن جاتا ہے۔ اور اس کے مال میں دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جاتی ہے۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے آتا ہے"

پھر فرمایا کہ:-

میں سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے تو وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزانوں کو اپنا سمجھتا ہے۔ اور امساک سے دور ہو جاتا ہے جیسے کہ روشنی سے تاریکی دور ہوتی ہے۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو اور خدمت اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کر دو۔ جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا میں اس کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ دعا کر چکے ہیں کہ اے خدا جو شخص تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما اور آفات و مصائب سے اسے محفوظ رکھ۔ پس وہ شخص جو اس میں حصہ لے گا اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے گا اور پھر میری دعاؤں میں بھی حصہ دار ہو گا۔" نیز فرمایا کہ

"یاد رکھنا چاہیئے بجٹ کو پورا کرنا مجھ پر احسان نہیں نہ سلسلہ پر احسان ہے نہ خدا پر احسان ہے جو خدا کے دین کی خاطر کچھ دیتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے سودا کر رہا ہے اور اس سودے کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک جوابدہ ہے اور جس قدر کمی رہتی ہے وہ اس کے نام بقایا ہے۔"

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں جہاں جملہ احباب کا فرض ہے کہ اپنے ذمہ چندہ سو فیصدی جلد سے جلد ادا کر دیں وہاں جملہ عہدیداران کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں کے لازمی چندہ جات کی بجٹ کے مطابق سو فیصدی وصولی کر کے مرکز میں بھجوا دیں تا کمی پوری ہو سکے۔

امسال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت سلسلہ کی ضروریات کے اضافہ کی وجہ سے آمد میں زیادتی کے لئے "درویش فنڈ" کی تحریک کی گئی تھی۔ لیکن اس مد کے وعدہ جات و وصولی بھی توقع سے بہت کم ہے۔ احباب جماعت کو اس طرف بھی توجہ فرمانی چاہیئے۔

تحریک جدید کے نئے مالی سال کا اعلان ہو چکا ہے جن احباب نے گزشتہ سال کا اگر کچھ ادا کرنا ہے تو وہ بھی جلد ادا کر کے نئے سال کا وعدہ کر کے سابقون میں شامل ہونے کی سعی فرمائیں

جملہ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے مالی فرائض کی طرف توجہ فرما کر جلد جلد چندہ جات کی ادائیگی کر دیں۔ کیونکہ ان کی پوری توجہ نہ ہونے کی وجہ سے سلسلہ کے کاموں کو نقصان کا اندیشہ ہے

مجھے امید ہے کہ جملہ احباب و عہدیداران اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے جلد از جلد پورے چندہ جات مرکز میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر رہے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلا کر زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

619

Regd. No. P. 67.

The WEEKLY BADR QADIAN.

15. 22 December 1960 No. 50, 51.

مندرجہ ذیل کتب اس وقت نظارت کے سٹاک میں موجود ہیں جو تبلیغ کے لئے بہت مفید ہیں اور رعائتی قیمتوں پر دی جا رہی ہیں۔ احباب اس رعائت سے فائدہ اُٹھائیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

نام کتب	خلاصہ مضمون
لائف آف محمدؐ — انگریزی	دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ اس حصہ کی الگ اشاعت جو سیرت النبیؐ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ قیمت ۔/۲ روپے
خصوصیات قرآن — انگریزی	دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی مصنفہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ اس حصہ میں خصوصیات قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۳۷ ۔
احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد — انگریزی	حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون کانفرنس مذاہب عالم منعقدہ ۱۹۲۴ء میں پڑھا گیا جسمیں ثابت کیا گیا کہ اس زمانہ میں احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ اسلام و احمدیت کی تعلیم اور اسکے تمدنی احکام کو بھی بیان کر کے انکی فضیلت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ قیمت ۔/۵ روپے
اسلامی اصول کی فلاسفی مجلد — انگریزی	انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان۔ انعام اور بحث بعد الموت کی بحث۔ روحانی علوم کے ذرائع نیز قرآن کریم کی تعلیم کی فضیلت۔ تعدد ازدواج اور پردہ کی حکمت اور قرآن کریم کی متعدد آیات کی تفسیر۔ قیمت ۵۰/۱ روپے
اسلامی اصول کی فلاسفی اردو	" " " " ۔/۱ "
کشتی نوح اردو	طاعون سے بچنے کا طریق۔ اپنی جماعت کو نصائح۔ تعلیم احمدیت اور اپنے عقائد کا بیان۔ قبر مسیح کے متعلق ایک اسرائیلی عالم کی شہادت۔ انجیل و قرآن مجید کی تعلیم کا موازنہ قیمت ۹۲ نئے پیسے۔
امن کے شہزادہ کا آخری پیغام — اردو	سچے مذہب کی دلیل۔ بین الاقوامی اتحاد کے زریں اصول اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت۔ ایک دوسرے کے بزرگوں کی تعظیم کرنا۔ قیمت ۳۱ نئے پیسے۔
امن کے شہزادہ کا آخری پیغام — انگریزی	" " " " قیمت ۲۵ نئے پیسے
امن کے شہزادہ کا آخری پیغام — ہندی	" " " " قیمت ۳۱ "
ضرورت مذہب اردو	مذہب پر اعتراضات کے جواب۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلائل۔ مقصد پیدائش انسانی۔ ضرورت مذہب۔ اسلام بمقابلہ دیگر مذاہب ۳۷ نئے پیسے
تبلیغ اسلام زمین کے کناروں تک — باتصویر اردو	احمدیہ جماعت کی تبلیغی خدمات اور جماعت کی تبلیغی جدوجہد پر غیروں کی آراء۔ مشنوں۔ مساجد وغیرہ کی تفصیل قیمت ۵۰ نئے پیسے۔
آسمانی پیغام اردو	بر موقعہ اجلاس آل انڈیا کانگرس امرتسر ۱۹۵۶ء جماعت احمدیہ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور باہمی جھگڑوں کے حل پر بحث۔ ۲۵ نئے پیسے
احمدیہ موومنٹ ان انڈیا — انگریزی	جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض۔ اس کی خصوصیات۔ اور مشنوں کی تفصیل۔ ۲۵ نئے پیسے
جماعت احمدیہ کا عملی نمونہ اردو	غیر مسلموں سے حسن سلوک پر بحث اسلام و احمدیت کی تعلیم کی روشنی میں۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے۔
چولوں پھل گور مکھی	غیر قوموں سے اتحاد پر اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۔/۱ روپے
سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ اردو	غیر قوموں سے اتحاد پر اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۔/۱ روپیہ
اسلام دی نیڈ آف ورلڈ انگریزی	اسلام میں ہر زمانہ کی ضرورتوں کے تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔ قیمت ۲۵ نئے پیسے
اسلام میں اقتصادی مشکلات کا حل اردو	اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقتصادی مشکلات کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے قیمت ۲۵ نئے پیسے۔

قرآن کریم انگریزی ترجمہ

مزید رعائت

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم مع ترجمہ انگریزی حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم جس کا ہدیہ پہلے ۵۰/۱۲ روپے تھا۔ اب مع محصولڈاک وی۔ پی صرف ۲۵/۱۱ روپے کر دیا گیا ہے۔

جلسہ سالانہ پر دستی لینے والے احباب سے صرف ۔/۱۰ روپے (دس روپیہ) لیا جائیگا امید ہے کہ احباب اس رعایت سے فائدہ اُٹھائیں گے اور تبلیغ اسلام کے لئے تحفہ دینے کیلئے اس سے بہتر اور کوئی تحفہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)